ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی مشہور کتاب کا

مستند، تحقیقی اور تسہیل شدہ نسخہ

حفظ الایمان

عن الزیغ و الطغیان

جس میں تعظیم غیر کعبہ کے طواف اور حضرات رسل صلوات اللہ علیہم
پر اطلاق عالم الغیب کے بارے میں مفصل اور مدلل بیان

معہ

بسط البنان
لکف اللسان
عن کاتب حفظ الایمان

مقدمہ تقریظ

تغییر العنوان
فی بعض
عبارات حفظ الایمان

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ

اشاعت ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء

ناشر
انجمن ارشاد المسلمین
بی شاداب کالونی، حبیبہ نظامی روڈ لاہور

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ

حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی ترمیم کے مطابق،

مُعنوَن، مُحشّٰی اور تسہیل شدہ نسخہ

حِفظُ الاِیمان

عَنِ الزَّیغِ وَالطُّغیان

سجدۂ تعظیمی، غیر کعبۃُ اللہ کے طواف اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
پر اطلاقِ "عالم الغیب" کے بارے میں مُفصّل اور مُدلّل بیان

مَعَہٗ

بسطُ البنان لکفِّ اللسان عن کاتبِ حفظِ الایمان

تغییرُ العنوان فی بعض عباراتِ حفظِ الایمان

مُصنّفہٗ

حکیمُ الاُمّۃ مُجدّدُ المِلّۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قُدّس سرّہٗ

المتوفّٰی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء

ناشر

انجمن ارشادُ المُسلمین

۶-بی، شاداب کالونی: حمید نظامی روڈ، لاہور

ادْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ

حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی ترمیم کے مطابق،

مُعنوَن، مُحشّٰی اور تسہیل شدہ نُسخہ

حِفظُ الایمان

عَنِ الزَّیغِ وَالطُّغیان

سجدۂ تعظیمی، غیر کعبۃ اللہ کے طواف اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اطلاقِ "عالم الغیب" کے بارے میں مُفصّل اور مُدلّل بیان

مَعَہٗ

بسطُ البنان لِکفِّ اللّسان عَن کاتبِ حفظِ الایمان

تغییرُ العنوان فی بعض عباراتِ حفظِ الایمان

مُصنّفہٗ

حکیمُ الاُمّۃ مُجدّدُ المِلّۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قُدِّسَ سِرُّہٗ

المتوفّٰی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء

ناشر

انجمن ارشاد المسلمین

۶-بی، شاداب کالونی: حمید نظامی روڈ، لاہور

سلسلہ مطبوعات : ۱۱

نام کتاب : ۱ : حفظ الایمان عن الزیغ والطغیان : معہ
: ۲ : بسط البنان لکف اللسان عن کاتب حفظ الایمان : و
: ۳ : تغییر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان :

مصنف :- حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

کل صفحات :- ۱۲۸

طبع :- اوّل (عنوانات : مقدمہ اور سوانح مصنفؒ کے ساتھ)

تاریخ طباعت :- شوال المکرم ۱۴۰۰ھ : ستمبر ۱۹۸۰ء

پریس :- شرکت پریس لاہور

ناشر :- انجمن ارشاد المسلمین لاہور پاکستان

تعداد :- دو ہزار

قیمت :- اعلیٰ ایڈیشن مجلد ۱۵/- : ~~ادنیٰ ایڈیشن مجلد~~

کتابت :- سیف اللہ خالد خوشنویس ساہیوال

ملنے کے پتے

۱ : سبحانی اکیڈمی : ۱۹ اردو بازار : لاہور
۲ : مدرسہ عربیہ حفظ القرآن : سرکلر روڈ کہروڑ پکا : ضلع ملتان
۳ : امام اعظم ابوحنیفہ اکیڈمی : فقیروالی : ضلع بہاولنگر
۴ : مکتبہ رشیدیہ : غلہ منڈی : ساہیوال
۵ : کتب خانہ مجیدیہ : بیرون بوہڑ گیٹ : ملتان

فہرست مضامین

عبارتِ حفظ الایمان میں ترمیم

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی حیاتِ مبارکہ پر ایک نظر

حفظ الایمان عن الزیغ والطغیان

کلمۃ الناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　حامداً و مصلیاً و مسلماً　　وبعد

محترم قارئین ! ہم نے مجموعہ رسائل چاندپوری (جلد اوّل) کی اشاعت کے موقع پر "حفظ الایمان" کا صحیح و مستند ایڈیشن شائع کرنے کا وعدہ کیا تھا، سو کتاب حاضر ہے۔ یہ کتاب مجدد الملت، حکیم الامت حامئ توحید و سنت، ماحئ شرک و بدعت، غزالئ زماں، رازی دوراں، فقیہ العصر، فرید الدھر، قدوۃ العلماء الراسخین، العلام الہمام الفہام حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز کی نادر روزگار تصنیف ہے۔ حضرت موصوف رح کی علمی، دینی، عملی خدمات محتاج بیان نہیں ہیں، نہ ہی آپ کی شخصیت محتاج تعارف ہے۔ آپ نے سالکین کی تعلیم و تربیت، تذکیر و مواعظ اور منصب افتاء کی انتہائی شدید مصروفیات کے باوصف زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق مسائل پر تیرہ سو سے متجاوز کتابیں تصنیف فرماکر اس صدی میں دین حنیف کی وہ خدمت کی ہے جو کسی اور کے حصے نہ آسکی۔

انگریز مسلمانوں کے خلاف پادریوں اور اس کے بعد مرزائے قادیان کی نبوت کاذبہ کے حربوں میں ناکام ہوکر " بانس بریلی " کی طرف متوجہ ہوا اور وہاں کے بڑے حضرت کو انگریزوں سے جہاد کرنے والے تمام مجاہدین بالخصوص علمائے دیوبند پر کفر و ارتداد کے فتوے دینے، ان کو بدنام کرنے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لئے کھڑا کر دیا۔ چونکہ حضرت حکیم الامت بھی ملت اسلامیہ کے عظیم رہبر اور اپنی صدی کے مجدد اور معاصرین میں منفرد عالمانہ جلالت شان کے مالک تھے، اس لئے ان کی طرف "بڑے حضرت" نے "خصوصی توجہ" فرمائی۔

بڑے حضرتؒ کے فتووں میں اسلامی اصولِ تکفیر اور دین کی حمیت کس حد تک کارفرما تھی، اور خفیہ سازشوں، انگریز سے ساز باز، ملتِ اسلامیہ کو اپنے عظیم رہنماؤں سے دور کرنے کے ناپاک ارادے، امت میں افتراق، اور علمائے ربانیین سے لوگوں کو متنفر کرنے کی گھٹیا ذہنیت کا کتنا دخل تھا؟ اس کے بارے میں انجمن ارشاد المسلمین کے ناظم اعلیٰ جناب انوار احمد صاحب کا مدلل اور انتہائی وقیع مقدمہ بھی اس ایڈیشن کی زینت ہے۔ جس میں انہوں نے بریلی کے فتنہ پرداز کافرگروں کی گھٹیا ذہنیت، بازاری گفتگو، فحش انداز بیان، لچر اور پوچ استدلال، جاہلانہ ہٹ دھرمی، اسلام دشمن اندازِ فکر، کافروں سے وفاداری، مسلمانوں سے غداری اور دیگر کئی گوشوں سے پردہ اٹھایا ہے۔ مجھے اس ایڈیشن کی چند خصوصیات کے بارے میں کچھ کہنا ہے۔

موجودہ ایڈیشن کی خصوصیات

۱:- یہ ایڈیشن اس لحاظ سے پاک و ہند کے سابقہ تمام ایڈیشنز میں ممتاز ہے کہ یہ حضرت تھانوی رحؒ کی طرف سے ترمیم شدہ عبارت کے ساتھ چھاپا گیا ہے۔ جیسا کہ خود حضرت مصنف رحؒ نے عبارت متنازعہ فیہا کی جگہ ترمیم شدہ عبارت کے ساتھ "اشرف المطابع تھانہ بھون" سے چھپوایا تھا۔

افسوس کہ دیگر مطابع ابھی تک وہی پرانی اور سابقہ متنازعہ فیہ عبارت شائع کرتے آرہے ہیں۔ مصنفؒ کی ترمیم کے بعد سابقہ عبارت کی اشاعت کی مصلحت ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ ہم جملہ اہلِ مطابع سے توقع رکھتے ہیں کہ اگر لاعلمی سے یہ ہوا ہے تو وہ آئندہ ترمیم شدہ عبارت کے ساتھ کتاب مذکور شائع فرمائیں گے۔ ہم نے اس کتاب کے حقوق طبع بھی محفوظ نہیں کئے بلکہ ہم ہر ناشر کا خیر مقدم کریں گے اگر وہ زیر نظر ایڈیشن مع مقدمہ و سوانح مصنفؒ شائع کرنا چاہے گا۔

۲: کتاب میں عنوانات قائم کر دیئے گئے ہیں تاکہ قاری کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

۳: بعض مواقع پر وضاحت و تسہیل کے لئے حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہم کی تشریح کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔ جس سے حضرت مصنف رحؒ کی اصل مراد خوب واضح ہو گئی ہے۔

۴: اصل کتاب میں جن عربی عبارات کا ترجمہ نہیں تھا ان کا ترجمہ بین القوسین کر دیا گیا ہے۔ نیز بعض

جگہ تسہیل کے لئے بین القوسین تشریحی الفاظ کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

۵ : سابقہ ایڈیشنز میں طباعت کی جو اغلاط تھیں حتی الوسع ان کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۶ : حفظ الایمان کی متنازعہ فیہ عبارت کے متعلق نزاع و جدال کو ختم کرنے کے لئے علمائے دیوبند کی ہر ممکن سعی و کاوش اور احمد رضا خان صاحب اور ان کی ذریت کے اس سے گریز و فرار کی مکمل داستان بطور مقدمہ شامل اشاعت ہے۔

۷ : حضرت مصنف رح کے تعارف کی خاطر حضرت ممدوح کی سوانح حیات بھی شامل اشاعت ہے۔

فیصلہ کن تجویز

چونکہ پیش نظر ایڈیشن کی صورت میں اس کتاب کی اشاعت کا باعث بریلوی مولویوں کا غوغا ہے جو انہوں نے ملک بھر میں مچا رکھا ہے۔ اور ہم خلوص دل سے یہ چاہتے ہیں کہ تکفیر امت کا یہ سلسلہ ختم ہو۔ لہٰذا اس سلسلہ میں جناب انوار احمد صاحب نے جو فیصلہ کن تجویز پیش کی ہے ہم امید رکھتے ہیں کہ بریلوی مذہب کے صنادید و اساطین اس پر لبیک کہیں گے۔

عامۃ المسلمین سے اپیل

اگر ہماری یہ تجویز صدا بصحرا ثابت ہوئی اور بریلوی امت کے ناخداؤں نے کوئی مثبت جواب نہ دیا اور اس جھگڑے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کو تیار نہ ہوئے تو ہم عامۃ المسلمین سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ ایسے دین فروش، ملت دشمن، افتراء پرداز، فتنہ پرور، فسادی اور امت میں تفریق ڈالنے والے نام نہاد مولویوں کا بھرپور محاسبہ کریں گے۔

ارشد حسن ثاقب

نائب ناظم نشر و اشاعت

انجمن ارشاد المسلمین لاہور پاکستان

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

تقریباً دو سال قبل "مجموعہ رسائل چاندپوری جلد اوّل" کے "مقدمہ" کے ایک حاشیہ میں ہم نے یہ اعلان کیا تھا کہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کی مشہور زمانہ کتاب "حفظ الایمان" کو حضرت تھانوی مرحوم کی ترمیم کے مطابق "انجمن ارشاد المسلمین" کی طرف سے شائع کیا جائے گا۔

اب جب کہ اس کی طباعت کے اسباب فراہم ہوئے تو خیال پیدا ہوا کہ اس میں عنوانات بھی قائم کر دیئے جائیں تاکہ کم تعلیم یافتہ حضرات کو اس کے سمجھنے میں کسی قسم کی دقت اور دشواری نہ ہو۔

نیز یہ بھی خیال ہوا کہ "حفظ الایمان" میں تیسرے سوال کے جواب میں آنے والی جس عبارت پر ہمارے مہربانوں کا اعتراض ہے اس کو حضرت حکیم الامت مجدد الملت رح کی ترمیم کے مطابق درج کرنے کے علاوہ اگر اس پورے جواب کی اس انداز میں تسہیل کر دی جائے کہ کم پڑھے لکھے لوگ بھی تیسرے سوال و جواب کے پس منظر اور اس جواب میں ذکر کی جانے والی دونوں دلیلوں کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر سکیں تو یہ انشاء اللہ تعالٰی زیادہ مفید اور نافع ثابت ہو گا۔

اسلئے ہم نے سوال سوم کا جواب ذکر کرنے سے پہلے حضرت حکیم الامت مجدد الملت کے تحریر کردہ جواب کا پس منظر بقلم حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ العالی "فیصلہ کن مناظرہ" سے نقل کر دیا ہے۔ بعد ازاں

حضرت تھانوی مرحوم کا جواب ہدیہ ناظرین کیا ہے۔ اس جواب میں چونکہ حضرت تھانوی مرحوم نے اپنے دعوے پر دو دلیلیں ذکر فرمائی ہیں، اس لئے ہم نے ان دونوں دلیلوں کی تسہیل و تشریح کی خاطر ہر دلیل کے بعد آسان زبان میں اس کا خلاصہ بقلم حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم " فیصلہ کن مناظرہ " سے نقل کر دیا ہے۔

احمد رضا خان صاحب (م ۱۳۴۰ھ : ۱۹۲۱ء) نے " حفظ الایمان " کی ایک عبارت[1] کو غلط معنی پہنا کر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ پر یہ الزام لگایا کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کو عام انسانوں بلکہ حیوانوں کے مساوی قرار دیتے ہیں (العیاذ باللہ) ــــ احمد رضا خان صاحب نے حضرت حکیم الامت رح پر یہ الزام اور بہتان باندھ کر ممدوح پر کفر کا فتویٰ لگا دیا اور ساتھ ہی ان لوگوں پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دیا جو حضرت تھانوی رح کے کفر میں شک یا توقف کریں۔

حضرت تھانویؒ کیساتھ مناظرہ سے احمد رضا خانصاحب کا فرار

احمد رضا خان صاحب کے عائد کردہ اس قسم کے سنگین الزامات کے بعد اکابر علماء دیوبند کے خدام نے جوابات دینے شروع کئے اور ان بیہودہ الزاموں اور بہتانوں سے اپنی اور اپنے اکابر کی صفائی اور برأت بیان کرنی شروع کی تو احمد رضا خان صاحب نے مناظرہ کا چیلنج دینا شروع کر دیا اور جب علمائے دیوبند نے مناظرہ کا چیلنج قبول کیا تو احمد رضا خان صاحب نے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے ہاتھ پیر مارنا شروع کئے اور سوچ بچار کے بعد یہ شرط عائد کر دی کہ مجھ سے مناظرہ کے لئے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح کو لاؤ، ان کے علاوہ کسی اور دیوبندی عالم سے ہم مناظرہ کے لئے تیار نہیں ہیں۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے " اسکات المعتدی "[2])

---

[1] وہ عبارت رسالہ " تغییر العنوان " میں مذکور ہے۔ انوار احمد غفرلہٗ۔ [2] رسالہ " اسکات المعتدی " انجمن ارشاد المسلمین کے شائع کردہ مجموعہ رسائل چاندپوری جلد اوّل " میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ مجموعہ انجمن کے پتہ سے بقیمت ۲۵/۰۰ روپیہ حاصل فرمائیں۔ ناشر

درحقیقت احمد رضا خان صاحب کا مقصد اس شرط کے عائد کرنے سے یہ تھا کہ حضرت تھانوی رح چونکہ صوفی منش، خلوت پسند، گوشہ نشین اور آج کل کے مناظروں سے متنفر ہیں اس لئے وہ مجھ سے مناظرہ کرنے پر آمادہ نہ ہوں گے اور اس طرح میری جان مناظرہ سے بچ جائے گی " نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی " اور میرے مکر و فریب اور دجل و تلبیس پر بھی پردہ پڑا رہے گا اور ساتھ ہی اس شرط کے ساتھ مشروط مناظرہ کا چیلنج بار بار دے کر متحدہ ہندوستان کی فضا میں ایک ارتعاش بھی پیدا کئے رکھوں گا۔ لیکن چودھویں صدی کے اس نام نہاد مجدد کو یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت تھانوی رح کی گوشہ نشینی اور خلوت پسندی صرف اور صرف " حق " کی خاطر ہے۔ اور اگر " حق " ہی انہیں میدان میں آنے کی دعوت دے تو پھر وہ کیوں کر حق کی خاطر میدان میں آنے سے گریز کریں گے۔

احمد رضا خان صاحب کو معلوم ہونا چاہئے تھا کہ حضرت حکیم الامت رح ایسے حضرات صرف اور صرف " حق " کے متبع اور پیروکار ہوتے ہیں۔ اگر "حق" انہیں خلوت میں لے گیا تو وہ خلوت میں چلے گئے اور اگر " حق " انہیں میدان میں لے آیا تو وہ فوراً میدان میں آگئے۔ ایسے حضرات کی ذاتی رضا و رغبت کچھ نہیں ہوتی وہ " حق " کے سامنے بالکل ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے " مردہ بدست زندہ "۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اہالیانِ "بلند شہر" نے ۱۳۲۸ھ : ۱۹۱۰ء کے اواخر میں بریلویوں کی روز روز کی بک بک سے تنگ آکر یہ فیصلہ کیا کہ احمد رضا خان صاحب اور علمائے دیوبند کے درمیان ایک مناظرہ کا اہتمام کرنا چاہئے تاکہ ہم ایسے جاہلوں کے سامنے " حق " واضح ہو جائے۔ اسی سلسلہ میں انہوں نے دیوبند خط لکھا۔ چنانچہ دیوبند سے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح کی دستخطی تحریر " بلند شہر " پہنچ گئی کہ ہم مناظرہ کے لئے بالکل تیار ہیں آپ حضرات احمد رضا خان صاحب کو تیار کر کے جلد اطلاع دیں۔ لیکن احمد رضا خان صاحب نے جس طرح وہاں سے فرار اختیار کیا اس کی روئداد لائق مطالعہ ہے۔ "بلند شہر" کے اس واقعہ کی مکمل اور مفصل روئداد رسالہ " قاصمۃ الظہر فی بلند شہر[1] " میں موجود ہے ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] رسالہ " قاصمۃ الظہر فی بلند شہر " انجمن ارشاد المسلمین نے شائع کر دیا ہے انجمن کے پتہ سے بقیمت تین روپیہ حاصل کریں۔

حضرت تھانوی کا تحریری طور پر اظہارِ برأت اور توضیحِ عبارت

حضرت تھانوی رح کے ساتھ مناظرہ کرنے سے احمد رضا خان صاحب کے فرار کے بعد خدام علمائے دیوبند کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ رہا کہ حضرت تھانوی رح سے اظہار برأت کی ایک تحریر لے کر شائع کر دیں چنانچہ رئیس المناظرین حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری رح (م ۱۳۷۱ھ : ۱۹۵۱ء) نے حضرت حکیم الامت رح کو ایک خط لکھا اور حضرتِ اقدس سے اس اعتراض کے متعلق چند سوالات کئے۔ جواب میں حضرت حکیم الامتؒ نے باطل عقیدے کے اس بہتان و الزام سے اپنی برأت کا اظہار فرماتے ہوئے تحریر فرمایا کہ

"میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا، لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ (وسوسہ) نہیں گزرا۔"

نیز آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ

"جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوصِ قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرورِ عالم فخرِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔"

اس کے بعد حضرت حکیم الامت رح نے اپنی تحریر کردہ عبارت کا صحیح مطلب بیان فرمایا اور ثابت کیا کہ کسی طرح کھینچ تان کر بھی اس عبارت کا وہ مطلب نہیں نکالا جا سکتا جو احمد رضا خان صاحب محض سینہ زوری اور دجل و فریب کے ذریعہ جاہل عوام الناس کو باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

یہ سوال و جواب ایک رسالہ کی صورت میں "بسط البنان" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ اور ہم بھی "حفظ الایمان" کے ساتھ ہی "بسط البنان" کو بھی شائع کر رہے ہیں۔ لہٰذا مزید تفصیل کے لئے اسی کو ملاحظہ فرما لیا جائے۔

احمد رضا خان صاحب جواب دیئے بغیر دنیا سے رخصت

حضرت حکیم الامت رح کے اس اعلان برأت اور توضیحِ عبارت کے بعد چاہئے تو

یہ تھا کہ احمد رضا خان صاحب اپنے تکفیری فتوے سے رجوع کر لیتے۔ لیکن یہ تو جب ہوتا کہ پہلا فتوے کسی غلط فہمی کے باعث دیانت داری کے ساتھ دیا ہوتا۔ جب پہلے ہی قصداً جانتے بوجھتے ہوئے ایک خاص سازش کے ماتحت انگریز کے اشارۂ ابرو پر علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کے لئے یہ سارا کھیل کھیلا تھا، تو یہ کیسے ممکن تھا کہ احمد رضا خان صاحب اپنے فتوے سے رجوع کر لیں۔ چنانچہ احمد رضا خان صاحب نے پوری خباثت و شرارت کے ساتھ علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کی مہم جاری رکھی۔

اس لئے ۱۳۳۱ھ کے اوائل میں رئیس المناظرین حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری رح (م ۱۳۷۱ھ : ۱۹۵۱ء) نے "حفظ الایمان" سے متعلق احمد رضا خان صاحب کے تمام چھوٹے بڑے اعتراضات کا دندان شکن تفصیلی جواب لکھ کر بنام "توضیح البیان فی حفظ الایمان" شائع فرمایا اور احمد رضا خان صاحب کو چیلنج دیا کہ اگر ہمت ہو تو اس کا جواب تحریر کریں۔ لیکن احمد رضا خان صاحب اس کے بعد تقریباً دس سال زندہ رہ کر جواب دیئے بغیر ہی اپنے اصلی ٹھکانے پہنچ گئے۔

ظاہر ہے کہ جس کا جواب احمد رضا خان صاحب سے نہ بن آیا ہو اس کا جواب موصوف کے تلامذہ و خلفاء کے بس کی بات ہی نہیں تھی۔ نتیجۃً مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری رح کی کتاب آج تک لاجواب ہے۔

پوری دنیا کے رضاخانیت کا قرار

دنیا سے رخصت ہوتے وقت احمد رضا خان صاحب اپنے خلفاء اور مریدین اور تلامذہ و معتقدین کو یہ وصیت کر گئے کہ

"میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔" (وصایا شریف صفحہ ۱۰ - مطبع حسنی پریس بریلی)

احمد رضا خان صاحب کے "دین و مذہب" کا خلاصہ مختصر لفظوں میں صرف یہ ہے کہ۔

۱ : انگریز کے خلاف جہاد کرنے والے مجاہدین آزادی خواہ ان کا تعلق "تحریک بالاکوٹ" سے ہو یا "تحریک

لہ رسالہ "توضیح البیان فی حفظ الایمان" انجمن ارشاد المسلمین کے شائع کردہ "مجموعہ رسائل چاندپوری جلد اول" میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ مجموعہ انجمن کے پتہ سے بقیمت ۲۵ روپیہ حاصل فرمائیں۔ ناشر

ریشمی رومال سے، تحریکِ خلافت سے ہو یا تحریکِ ترکِ موالات سے، تحریکِ احرار سے ہو یا تحریکِ پاکستان سے۔ خواہ ان کا تعلق کانگرس سے ہو یا مسلم لیگ سے، بلا استثناء سب پر کفر کے فتوے لگا کر ان کو بدنام کرنا تاکہ عوام ان سے متنفر ہو کر اپنا دستِ تعاون کھینچ لیں اور اس طرح ان مجاہدین آزادی کی جاری کردہ تحریک ناکام ہو کر اپنی موت آپ مرجائے اور انگریز کی حکومت کو بقاء دوام حاصل ہو سکے۔ (اس کی بقدرِ ضرورت تفصیل ہم نے مجموعہ رسائل چاندپوری جلد اول" کے مقدمہ میں کردی ہے اسے ضرور ملاحظہ فرمالیا جائے)۔

۲ : انگریز کی مشہور زمانہ پالیسی " لڑاؤ اور حکومت کرو " کو کامیاب بنانے کے لئے مسلمانوں میں افتراق و انتشار اور لڑائی جھگڑا و خانہ جنگی برپا کرنے کی سرتوڑ کوشش کر کے اپنے نمک حلال ہونے کا ثبوت دینا۔

آفرین اور صد آفرین ہے احمد رضا خان صاحب کے جانشینوں پر جنہوں نے موصوف کے اس " دین و مذہب " پر مضبوطی سے قائم رہنے کو ہر فرض سے اہم فرض کھا اور احمد رضا خان صاحب کے جاری کردہ تکفیری فتووں کی نشر و اشاعت اور تشہیر کے علاوہ وقتاً فوقتاً مزید کفر کے فتووں کا جاری کرنا اور مسلمانوں میں انتشار اور خانہ جنگی پیدا کرنا، غرض ان تمام فرائض کو بڑے ہی سلیقہ اور حسن و خوبی کے ساتھ سر انجام دیتے رہے۔ لہٰذا علمائے دیوبند کے خدام کو پھر ان کے مقابلہ کے لئے میدانِ مناظرہ میں آنا پڑا، اور ہر بار اس بری طرح احمد رضا خان صاحب کی ذریت کو شکست کا سامنا کرنا پڑا کہ اگر برائے نام بھی ان کے اندر شرم و حیاء کا مادہ ہوتا تو چلّو بھر پانی میں ڈوب مرتے۔ بہرحال ان تمام مناظروں کی تفصیلات کا یہ موقعہ نہیں ہے، اس وقت ہم آپ کے سامنے صرف ایک ایسے تاریخی مناظرہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ جس سے فرار کسی ایک بریلوی عالم کا فرار نہ تھا بلکہ پوری جماعت رضاخانیت کا فرار تھا جس کی مختصر سی روداد یہ ہے کہ۔

شوال ۱۳۵۲ ھ : ۱۹۳۴ء میں علمائے دیوبند اور رضاخانی علماء کے درمیان لاہور میں ایک فیصلہ کن مناظرہ طے پایا، جس کی اہم خصوصیت حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم کی زبانی یہ تھی کہ۔

" فریقین کے ان مقامی نمائندوں نے جن کو ابتدائی بنیادی امور طے کرنے کے لئے فریقین نے اپنی اپنی طرف سے نامزد کیا تھا اس مناظرہ کو " فیصلہ کن مناظرہ " بنانے کے لئے تین نہایت اہم اور (برصغیر کی) ممتاز شخصیتوں کو اس مناظرہ کا حکم بھی تجویز کر لیا تھا ——— ایک

ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال مرحوم ۔ دوسرے علامہ اصغر علی صاحب روحی مرحوم (پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور) تیسرے شیخ صادق حسین صاحب بیرسٹرایٹ لا، (امرتسر) ـــــــ اور تینوں حضرات نے فریقین کی درخواست پر حکم بننا منظور بھی فرمالیا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ " بریلی " کے تکفیری فتنہ کی پوری تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ بریلویوں کے نمائندوں نے اس نزاع کے فیصلہ کے لئے " تحکیم " کے اصول کو مانا اور مذکورہ بالا تین شخصیتوں پر اتفاق بھی ہوگیا۔ ہم نے اس موقعہ کو بہت ہی غنیمت جانا اور طے کرلیا کہ جس طرح بھی ہو یہ مناظرہ ہو ہی جانا چاہیئے " (فیصلہ کن مناظرہ)

لیکن چونکہ رضاخانیوں کو اس کا احساس ہو گیا تھا کہ اس " فیصلہ کن مناظرہ " کے بعد ہمارا برپا کردہ فتنۂ تکفیر وتضلیل مردہ و بے جان ہو کر رہ جائے گا۔ نیز علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کی جو مہم ہم نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کے اشارۂ ابرو پر سالہاسال سے شروع کر رکھی ہے نہ صرف اس پر پانی پھر جائے گا بلکہ الٹا ہماری خیانت بد دیانتی ، انتشار پسندی اور افتراق بین المسلمین کی ساری کارروائی طشت از بام ہو جائے گی۔ اس لئے رضاخانیوں نے پوری پوری کوشش کی کہ یہ مناظرہ ہونے ہی نہ پائے اور اس کے لئے ہر قسم کے ناجائز حربے استعمال کئے گئے۔ جن کی کچھ تفصیلات اسی زمانہ میں ماہنامہ " الفرقان بریلی " میں شائع ہوگئی تھیں۔ بالخصوص جن تین شخصیتوں کو پہلے متفقہ طور پر " حکم " مان لیا گیا تھا اب بریلوی حضرات نے ان کو " حکم " ماننے سے انکار کردیا۔

بہرحال مناظرہ سے فرار کے لئے رضاخانیوں کی یہ مذموم کوششیں بارآور ہوئیں اور وہ راہِ فرار اختیار کرنے میں کامیاب ہوگئے ، حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم نے اپنے اس تفصیلی بیان کو جو وہ اس مناظرہ میں پڑھنے کے لئے لکھ کر ساتھ لائے تھے بعد میں کتابی صورت میں بنام " فیصلہ کن مناظرہ " شائع کردیا۔

چونکہ اس مناظرہ میں رضاخانیوں کی طرف سے نمائندگی کرنے والے جناب حامد رضاخان صاحب تھے جو احمد رضاخاں صاحب کے جانشین وخلف اکبر ہونے کے باعث پوری رضاخانی جماعت کے سربراہ تھے اس لئے اس مناظرہ سے موصوف کا فرار درحقیقت پوری دنیائے رضاخانیت کا فرار ہے ۔

مرکزِ رضاخانیت جامعہ رضویہ بریلی میں رضاخانیوں کو شکستِ فاش کا سامنا

۱۳۵۴ھ : ۱۹۳۵ء میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم اور رضاخانیوں کے "شیخ الحدیث" جناب سردار احمد صاحب گورداسپوری ثم اللائلپوری (م ۱۳۸۲ھ : ۱۹۶۲ء) کے مابین عبارتِ حفظ الایمان کے بارے میں ایک مناظرہ ہونا طے پایا جو مولانا نعمانی مدظلہ العالی نے "بریلی" کے اندر رضاخانیوں کے مرکز "جامعہ رضویہ" میں جا کر ان کے شیخ الحدیث جناب سردار احمد گورداسپوری کے ساتھ کیا۔ دورانِ مناظرہ ایک بار مولانا نعمانی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ

"آج بحمداللہ منظور کے حقانی نعروں سے "بریلی" کی فضا گونج رہی ہے حامیانِ باطل کے دل لرز رہے ہیں اور جو کفر و تکفیر کے علمبردار اس دنیا سے گزر گئے اگر دیدۂ بصیرت ہو تو دیکھو کہ اس وقت جب کہ میں آپ کے مرکز "جامعہ رضویہ" میں حق کا جھنڈا لئے کھڑا ہوں اور رضاخانیت کی دھجیاں اڑا رہا ہوں، ان کی قبروں میں کیسی واویلا مچ رہی ہے۔"

بہرحال اس مناظرہ میں رضاخانیوں کو ایسی بری طرح شکستِ فاش ہوئی کہ مناظرہ کا اہتمام کرانے والے بزرگ جناب محمد شبیر صاحب بریلوی رح نے اپنا فیصلہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کے حق میں دے دیا اور اپنے فیصلہ میں لکھا کہ

"فریقین کی تقریریں سننے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مولوی اشرف علی صاحب اور ان کے ماننے والوں کے متعلق کفر کا فتوے غلط ہے اور مجھ کو پورا یقین ہو گیا کہ وہ سنی مسلمان ہیں اور ان کو کافر اور وہابی بتانے والے غلطی پر ہیں۔"

نیز موصوفؒ نے اپنے فیصلہ میں یہ بھی لکھا کہ

"حفظ الایمان کی عبارت کا کافی جواب پالینے کے بعد بھی وہ بار بار اسی عبارت کو پڑھتے رہے جس کی وجہ سے میں یہ سمجھا کہ مولوی سردار احمد صاحب صرف وقت گزاری کے لئے ایک ہی بات کو باوجود متعدد بار جواب مل جانے کے بلا وجہ دہراتے ہیں۔"

بلکہ بریلویوں کی بعض چالبازیوں کے متعلق موصوف نے تحریر فرمایا کہ

"ان باتوں نے مجھے اس فریق سے زیادہ بدظن کر دیا اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ لوگ مکر و فریب سے کام لیتے ہیں حالانکہ مذہب تو سچائی کا نام ہے "

جناب محمد شبیر صاحب کا یہ فیصلہ "بریلی" کے مقامی اخبارات کے علاوہ بیرونی اخبارات میں بھی شائع ہوا۔ بعد میں جب اس "مناظرہ بریلی" کی روداد بنام "فتح بریلی کا دل کش نظارہ" شائع ہوئی تو بانئ مناظرہ کا یہ فیصلہ بھی اس کے ساتھ شائع کر دیا گیا۔ لہذا مناظرہ کی مکمل روداد اور بانی مناظرہ کے فیصلہ کا مکمل متن وغیرہ "فتح بریلی کا دل کش نظارہ" میں ملاحظہ فرمایا جائے۔

رضاخانیت کے تابوت میں آخری کیل

اسی "مناظرہ بریلی" کے دوران رضاخانیوں کے نمائندہ مناظر اور ان کے محدث اعظم جناب سردار احمد گورداسپوری نے "حفظ الایمان" کی عبارت سے متعلق جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے ایک تجویز پیش کی اور ساتھ ہی اس کو "فیصلہ کن" بھی قرار دیا۔ مولانا نعمانی دامت برکاتہم نے برجستہ اس تجویز کو تسلیم کر کے رضاخانیت کے تابوت میں آخری کیل بھی ٹھونک دی۔ اس کی تفصیل حضرت علامہ ابوالرضا محمد عطاء اللہ صاحب قاسمی بہاری کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

"گورداسپوری صاحب نے اسی مناظرہ میں تیسرے دن اپنی ایک تقریر کے دوران میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب سے کہا کہ

"اب میں ایک فیصلہ کی بات کہتا ہوں۔ ہمارا اور آپ کا جھگڑا صرف یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں توہین ہے یا نہیں۔ اگر آپ کے نزدیک اس عبارت میں توہین نہیں ہے تو لیجئے آپ ایسی ہی عبارت مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں لکھ دیجئے"

مولانا ممدوح نے گورداسپوری صاحب کی اس فیصلہ کن تجویز کو منظور فرمالیا اور حفظ الایمان کی وہ عبارت لفظ بہ لفظ حضرت مولانا اشرف علی صاحب رح کے حق میں لکھ دی اور دستخط ثبت فرما کر وہ تحریر ان گورداسپوری صاحب کے حوالہ کر دی (جو روداد مناظرہ بریلی — اور —

"ترغیم حزب الشیطان بتصویب حفظ الایمان" میں دیکھی جاسکتی ہے)۔

مولانا محمد منظور صاحب کے اس طرح برجستہ اور بے تکلف طور پر تحریر لکھ دینے سے حاضرین پر بے حد اثر پڑا اور اس کارروائی کو متفقہ فیصلہ سمجھا گیا۔ گورداسپوری صاحب نے اگرچہ اس اثر کے زائل کرنے کے لئے اس کے بعد بھی بہت کچھ کج بحثی کی لیکن عام پبلک سے وہ اثر کسی طرح زائل نہ ہوسکا۔

پھر مناظرہ کے بعد ان گورداسپوری صاحب اور دوسرے رضاخانی مولویوں نے اپنی نجی مجلسوں اور خصوصی جلسوں میں اپنے جاہلوں کو یہ کہہ کر سمجھایا کہ

"مولوی منظور صاحب نے مولوی اشرف علی صاحب کے حق میں "حفظ الایمان" کی جو عبارت لکھی ہے درحقیقت اس سے مولوی اشرف علی صاحب کی سخت توہین ہوتی ہے۔ مگر چونکہ مولوی محمد منظور صاحب کو یہ اطمینان ہے کہ مولوی اشرف علی صاحب ان پر ہتک عزت کا دعوے نہیں کریں گے اس لئے انہوں نے دیدہ و دانستہ وہ عبارت لکھ دی ہے۔ ورنہ کسی دوسرے معزز شخص کے متعلق ایسی توہین آمیز عبارت وہ ہرگز نہیں لکھ سکتے"

حضرت مولانا محمد منظور صاحب کو جب اس پر فریب پروپیگنڈے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فوراً (ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ کے الفرقان میں) بعینہ وہی عبارت قبلۂ رضاخانیت مولوی حامد رضاخاں صاحب کے حق میں لکھ کر شائع کردی اور ان کو اور ان کے متبعین واذناب کو چیلنج کیا کہ اگر وہ اس میں اپنی توہین سمجھتے ہوں تو ہم پر " ازالہ حیثیت عرفی " کا دعوے کرکے عدالت سے فیصلہ کرالیں۔

الفرقان کا یہ پرچہ جس میں یہ مضمون شائع ہوا تھا ۱۰ر جولائی ۱۹۳۵ء کو مولوی حامد رضاخان صاحب کے نام بذریعہ رجسٹری بھیجا گیا اور پھر "انجمن اشاعت اسلام بریلی" نے ایک پوسٹر میں بھی یہ چیلنج شائع کردیا اور ۱۰ر اگست ۱۹۳۵ء تک یعنی ایک ماہ کی مدت اس کے جواب کے واسطے مولوی حامد رضاخاں صاحب کے لئے مقرر کردی لیکن اُدھر سے اُس وقت

(بلکہ آج تک بھی) نہ کوئی جواب دیا گیا اور نہ مولانا محمد منظور صاحب کے خلاف کوئی قانونی کارروائی کی گئی۔

درحقیقت مولانا کی اس آخری تدبیر نے رضاخانیت کے تابوت میں آخری میخ کا کام دیا اور رضاخانی فریب کاروں کے سارے مکروحیلے خاک میں مل گئے اور بہت سے دام افتادگان رضاخانیت کو بھی اب یقین ہوگیا کہ "حفظ الایمان" کی عبارت ناقابل اعتراض ہے ورنہ اگر فی الحقیقت اس میں توہین ہوتی تو ہمارے "قبلہ و کعبہ حجۃ الاسلام" مولوی محمد منظور صاحب پر ضرور ہتک عزت کا دعوے کردیتے "

(ترغیم حزب الشیطان بتصویب حفظ الایمان مطبوعہ مع الشہاب الثاقب صفحہ ۳۳ تا ۴۴)

حفظ الایمان کے مشابہ و مماثل متقدمین کی عبارات

صرف یہی نہیں کہ علمائے دیوبند نے حفظ الایمان کی متنازعہ فیہ عبارت کو صحیح و درست اور ہر لحاظ سے اس کا بے غبار ہونا ثابت فرمایا بلکہ یہ بھی دکھایا کہ بالکل ہو بہو اسی طرح کی عبارات صدیوں پہلے کے متفقہ و مسلمہ علمائے کرام نے بھی تحریر فرمائی ہیں۔ وہ عبارات "بسط البنان" میں ملاحظہ فرمائی جائیں جو ہم "حفظ الایمان" کے ساتھ ہی شائع کر رہے ہیں۔

مضامین حفظ الایمان کی تائید احمد رضا خان صاحب کی زبانی

بلکہ اس سے آگے بڑھ کر علماء دیوبند نے حفظ الایمان کے تمام اہم اور بنیادی مضامین کو خود احمد رضا خان صاحب کی کتابوں سے ثابت فرمادیا گویا اگر حفظ الایمان کا مضمون غلط ہے تو پھر یہ غلطی ایسی ہے کہ جس سے آنجہانی احمد رضا خان صاحب بھی نہیں بچتے۔

ع   ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

لہ رسالہ "ترغیم حزب الشیطان بتصویب حفظ الایمان" انجمن ارشاد المسلمین کے شائع کردہ "الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب" کے ساتھ شائع ہوچکا ہے انجمن کے پتہ سے بقیمت ۴/۔ روپیہ حاصل فرمائیں۔ ناشر

چنانچہ اس سلسلہ میں چند باتیں ہم بھی عرض کرتے ہیں۔

حفظ الایمان" میں درحقیقت ان تین سوالوں کا جواب دیا گیا ہے۔

۱ : کیا غیر اللہ کو سجدۂ تعظیمی کرنا جائز ہے ؟

۲ : کیا طوافِ قبور جائز ہے ؟

۳ : کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطائی طور پر مغیبات (مخفی امور) کا علم حاصل ہونے کے باعث "عالم الغیب" کہنا جائز ہے ؟

سوال اوّل کا جواب

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے پہلے سوال کا جو جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

لفظ "تعظیم" عبادت کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور تحیۃ (سلام) کے معنی میں بھی۔ اگر "سجدۂ تعظیمی" سے مراد عبادت کا سجدہ ہے تو غیر اللہ کے لئے عبادت کا سجدہ کرنا کھلم کھلا کفر ہے۔ اور اگر "سجدہ تعظیمی" سے مراد "سجدۂ تحیۃ" ہے تو پھر حرام ہے گو کفر نہیں۔

باقی رہا یہ اشکال کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدۂ تحیۃ کیا گیا تھا، جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے تو پھر ہمارے لئے سجدۂ تحیۃ کیوں جائز نہیں ہے ؟

تو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ۔ اول تو بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اس سجدہ سے مراد صرف جھکنا ہے زمین پر پیشانی رکھنا مراد ہی نہیں ہے۔ دوسرے اگر اس سجدہ سے زمین پر پیشانی رکھنا ہی مراد ہو تو پھر یہ شرائع سابقہ میں جائز تھا اور ہماری شریعت میں سجدۂ تحیۃ حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان "لا تفعلوا" (یعنی سجدۂ تحیۃ مت کرو) نے سجدۂ تحیۃ کے جائز ہونے کو منسوخ کر دیا ہے۔

بعض بزرگوں سے سجدۂ تحیۃ کا جواز قولاً یا فعلاً جو منقول ہے اس کے جواب میں حضرت تھانوی مرحوم نے فرمایا کہ

"اگر (کسی بزرگ اور) صالح سے ایسا قول یا فعل کہیں منقول ہو تو اوّلاً تو تصحیح روایت کی حسب ضابطہ

روایت کے ضروری ہے کیوں کہ بعض باتیں بے اصل مشہور ہو جاتی ہیں۔

ثانیاً۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی بزرگ کے قول یا فعل سے شریعت کو بدل دیں بلکہ شریعت کے احکام اپنے حال پر رہیں گے۔ حسن ظن کے مقتضا سے خود ان بزرگ کے قول وفعل میں غلبۂ حال یا خطاءِ اجتہادی کی تاویل کریں گے

احمد رضا خان صاحب اسکی تائید میں

احمد رضا خان صاحب نے بھی بالکل ہو بہو یہی جواب اس سائل کو دیا جس نے موصوف سے "سجدۂ تعظیمی" کے جائز یا نا جائز ہونے کے بارے میں پوچھا تھا موصوف نے بڑا مفصل جواب لکھا اور اس کا نام " الزبدة الزكية في تحريم سجود التحية " رکھا۔ ہم اسی کتاب سے چند حوالے نذر قارئین کرتے ہیں۔

احمد رضا خان صاحب "تعظیم" کے "عبادت" اور "تحیۃ" کے معنوں میں استعمال ہونے کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"تعظیم سے کبھی مطلق مراد لیتے ہیں بایں معنی تحیۃ بھی تعظیم ہے۔ چنانچہ بعض فقہاء نے تحیۃ و تعظیم کو ایک صورت کہا ہے (یعنی دونوں کا حکم ایک ہی بیان کیا ہے) اور عبادت کے مقابل لیا ہے۔ اور کبھی خاص تعظیم مثل تعظیم الٰہی مراد لیتے ہیں۔ اس وقت وہ مساوئی عبادت ہے۔ چنانچہ صاحب درمختار نے تعظیم کو تحیۃ کے مقابل لیا"

(الزبدۃ الزکیہ ص ۵۰۔ ملخصاً)

غیر اللہ کے لئے "سجدۂ عبادت" کا کفر ہونا احمد رضا خان صاحب یوں بیان فرماتے ہیں کہ

" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ کی اجازت چاہی تو ان کی مراد اس سجدہ سے "سجدۂ تحیۃ" ہی تھا۔ اگر اجازت چاہنے والے صحابۂ کرامؓ کی مراد سجدۂ عبادت ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً فرماتے کہ

" ارے تم عبادت غیر چاہ کر مرتد ہو گئے۔ ارے توبہ کرو۔ اسلام لاؤ۔ اپنی عورتوں سے پھر نکاح کرو" (الزبدۃ الزکیہ ص ۹۶)

غیر اللہ کے لئے "سجدۂ تحیۃ" کے حرام ہونے کو "جامع الفصولین" سے احمد رضا خان صاحب بایں الفاظ

نقل فرماتے ہیں۔

اثمر لو سجد علی وجہ التحیۃ لارتکاب ماحرم۔ سجدۂ تحیۃ سے گناہگار ہوگا کہ اس نے حرام کا ارتکاب کیا۔" (الزبدۃ الزکیہ ص ۴۹)

باقی رہی حضرت آدم و یوسف علیہما السلام کے سجدہ کی بحث تو اس پر احمد رضا خان صاحب نے اپنی کتاب مذکور کی ایک مستقل فصل یعنی "فصل ششم" اس اعتراض کا جواب دینے کے لئے قائم کی ہے کہ جب ان دو پیغمبروں کی شریعت میں سجدۂ تحیۃ کرنا جائز تھا تو پھر ہمارے لئے کیوں اور کہاں سے ناجائز ہوگیا؟ اسی فصل میں ایک مقام پر احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ۔

"علماء کو اختلاف ہے کہ یہ سجدہ زمین پر سر رکھنا تھا یا صرف جھکنا سر خم کرنا۔"

(الزبدۃ الزکیہ: ص ۱۱۸)

پھر آگے چل کر احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں۔

"سب جانے دو، وہ انہیں (پیغمبروں) کو سجدۂ معرفہ سہی (یعنی زمین پر سر رکھنا ہی مراد ہو) اور وہ ان کی شریعتوں کا حکم ہی سہی، تو شرائع سابقہ کا ہم پر حجت ہونا ہی قطعی نہیں۔ ائمۂ اہلسنت کا مختلف فیہ ظنی مسئلہ ہے۔" (الزبدۃ الزکیہ: ص ۱۳۰)

پھر موصوف لکھتے ہیں کہ اگر شرائع سابقہ کے حجت ہونے کا قول ہی تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی۔

"حجت ماننے والے بھی اس حالت میں حجت مانتے ہیں کہ ہماری شرع نے اس پر انکار نہ فرمایا ہو، اور یہاں انکار ثابت ہے کہ فرمایا "لا تفعلوا"، نیز کرو لاینبغی لمخلوق ان یسجد الا للہ تعالیٰ: کسی مخلوق کو غیر خدا کا سجدہ لائق نہیں۔"

(الزبدۃ الزکیہ: ص ۱۳۱)

بعض بزرگوں کی کتابوں سے جو "سجدۂ تحیۃ" کا جواز مفہوم ہوتا ہے اس کا جواب دیتے ہوئے احمد رضا خان صاحب رقمطراز ہیں۔

۱: اولاً ۔ اگر وہ سند صحیح و واجب الاعتماد سے ثابت نہیں (تو) ناقل پر مردود ہے اور دامن

اولیاء اس سے پاک۔

۲ ؛ ثانیاً ۔ اگر یہ ثبوت معتمد سے ثابت ہے اور گنجائش تاویل رکھتا ہے (تو) تاویل واجب اور مخالفت مندفع۔

۳ ؛ ثالثاً ۔ اگر تاویل ناممکن مگر محتمل ہو کہ وہ کلام (یا عمل) ان کے مناصب رفیع ولایت وامامت تک پہنچنے سے پہلے کا ہے تو اسی پر حمل کریں گے اور نہ اس سے استناد جائز نہ ان پر اعتراض۔

۴ ؛ رابعاً ۔ یہ بھی ناممکن ہو تو جن کی ولایت و امامت ثابت و متحقق ہے ان کے ایسے فعل کو افعال خضر علیہ الصلوۃ والسلام سے ٹھہرائیں گے اور ایسے کلام کو متشابہات سے کہ نہ ان پر طعن کریں نہ اس پر بحث ، اور گمراہ ہے وہ کہ متشابہات کا اتباع کرے۔ قال اللہ تعالیٰ وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ۔ متشابہات جس طرح اللہ و رسول کے کلام میں ہیں یوں ہی ان اکابر کے کلام میں ہوتے ہیں۔ کما افادہ محی الدین ابن العربی رحمہ اللہ "

(الزبدۃ الزکیہ : ص ۱۱۲ تا ۱۱۴ ملخصاً)

بزرگوں کے کلام میں تاویل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی ؛ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے احمد رضا خان صاحب رقمطراز ہیں۔

" فقیر کا رسالہ " مقال عرفاء باعزاز شرع وعلماء " ملاحظہ ہو۔ اکابر اولیاء عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشادات کثیرہ سے ثابت کیا ہے کہ شریعت مطہرہ سب پر حجت ہے اور شریعت مطہرہ پر کوئی چیز حجت نہیں ہے " (الزبدۃ الزکیہ ، ص ۱۱۲)

بالکل یہی مطلب ہے مجدد الملت حضرت تھانوی مرحوم کے اس قول کا کہ

" یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی بزرگ کے قول یا فعل سے شریعت کو بدل دیں بلکہ شریعت کے احکام اپنے حال پر رہیں گے " (حفظ الایمان)

☆

سوال دوم کا جواب حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے دوسرے سوال کا جو جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۔ طواف کی دو قسمیں ہیں ۔ (۱) طوافِ اصطلاحی ۔ (۲) طوافِ لغوی ۔

طوافِ اصطلاحی : وہ طواف ہے جو تعظیم و تقرب کے لئے کیا جاتا ہے ۔

طوافِ لغوی وہ طواف ہے جس میں تعظیم و تقرب مقصود نہ ہو بلکہ کسی وجہ سے کسی چیز کے ارد گرد محض چکر لگا لینا ۔

چونکہ طوافِ اصطلاحی ایک عبادت ہے اس لئے غیرِ بیت اللہ کا ایسا طواف کرنا نہ صرف یہ کہ حرام و ناجائز ہے بلکہ کفر ہے ۔

لیکن چونکہ قبر وغیرہ کا طواف کرنے والے عموماً یہ طواف بطور عبادت نہیں کرتے ہیں بلکہ صاحب قبر کی تعظیم کی خاطر بطور تحیۃ یہ طواف کرتے ہیں اس لئے یہ طواف حرام اور ناجائز ہے ۔ اس لئے انسان کافر نہیں ہو گا ، گو شدید قسم کا گناہگار ہو جائے گا ۔

طوافِ لغوی ۔ میں چونکہ نہ عبادت کا قصد ہوتا ہے اور نہ کسی کی تعظیم کا ۔ بلکہ اپنے کسی مقصد کی خاطر کسی چیز کا چکر لگا لیا جاتا ہے اس لئے اس کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں ۔

احمد رضا خان صاحب اسکی تائید میں طواف کی یہی تقسیم احمد رضا خان صاحب کے کلام سے بھی معلوم ہوتی ہے ۔ چنانچہ موصوف نے ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۶ء) کی ایک عبارت کا ترجمہ یوں فرمایا ہے ۔

" زیارت روضۂ انور سید اطہر صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم (رزقنا اللہ العود الیھا بقبولہ) کے وقت نہ دیوارِ کریم کو ہاتھ لگائے نہ چومے نہ اس سے چمٹے نہ طواف کرے ، نہ زمین چومے کہ یہ سب بدعت قبیحہ ہیں " (الزبدۃ الزکیہ ، ص ۶۳)

اس کے بعد احمد رضا خان صاحب نے ان تمام امور کی تشریح فرمائی ہے ۔ اور اسی کے ذیل میں " طواف " کے معنی متعین کرنے کے لئے کہ کون سا طواف منع ہے ۔ فرماتے ہیں ۔

" اور طواف سے (مراد) یہ (ہے) کہ نفس طواف بغرض تعظیم مقصود ہو "

(الزبدۃ الزکیہ ، ص ۶۴) ۔

لہٰذا ثابت ہو گیا کہ غیر بیت اللہ کا " طواف بغرض تعظیم " احمد رضا خان صاحب کے نزدیک بھی منع ہے اور اسی " طواف بغرض تعظیم " کو حضرت حکیم الامت رح " طواف اصطلاحی " قرار دے کر ناجائز و حرام قرار دیتے ہیں ۔

اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اگر " طواف بغرض تعظیم " نہ ہو بلکہ بلا غرض تعظیم محض اپنی کسی ضرورت وغیرہ سے کسی چیز کا چکر لگا لیا جائے تو یہ طواف احمد رضا خان صاحب کے نزدیک بھی جائز ہے ۔ اور اسی طواف کو جو بلا غرض تعظیم ہو حضرت حکیم الامت رح " طواف لغوی " قرار دیتے ہیں ۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح (م $\frac{۱۱۷۶ھ}{۱۷۶۳ء}$) کی عبارت میں قبر کے گرد جس چکر لگانے کا ذکر ہے اس کا جواب بھی حضرت حکیم الامت رح یہ دیتے ہیں کہ یہاں " طواف لغوی " مراد ہے جو بغرض تعظیم نہیں ہوا کرتا ہے بلکہ کسی اور مقصد کی خاطر کسی چیز کا چکر لگا لیا جاتا ہے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کے آداب بیان کرتے ہوئے احمد رضا خان صاحب رقمطراز ہیں ۔

" (۳۸) روضۂ اقدس انور کا نہ طواف کرو ، نہ سجدہ ، نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے "

(انوار البشارۃ ، ص ۴۷ ؛ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۲۴)

اسی طرح کسی صاحب نے احمد رضا خان صاحب سے درج ذیل سوالات دریافت فرمائے ۔

" کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں ۔

۱ : بوسۂ قبر کا کیا حکم ہے ؟

۲ : قبر کا طواف کرنا کیسا ہے ؟

۳ : قبر کس قدر بلند کرنی جائز ہے ؟ "

اس سوال کے جواب میں احمد رضا خاں صاحب رقمطراز ہیں ۔

۱ : بعض علماء اجازت دیتے ہیں اور بعض روایات بھی نقل کرتے ہیں ۔۔۔۔۔۔ مگر جمہور علماء مکروہ جانتے ہیں تو اس سے احتراز ہی چاہئے ۔ اشعۃ اللمعات میں ہے ۔

مسح نکند قبر رابدست و بوسہ ندہد آں را ۔ (یعنی قبر پر ہاتھ نہ پھیرے اور نہ قبر کو بوسہ دے) کشف الغطاء میں ہے ۔ کذا فی عامۃ الکتب (یعنی ایسا ہی لکھا ہوا ہے اکثر کتابوں میں) ۔

مدارج النبوت میں ہے ۔

در بوسۂ قبر والدین روایت فقہی می کنند وصحیح آنست کہ لایجوز است واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(والدین کی قبر کو بوسہ دینے میں بعض لوگ ایک فقہی روایت نقل کرتے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم) ۔

۲ : بعض علماء نے اجازت دی ۔۔۔۔ مگر راجح یہ کہ ممنوع ہے ۔ مولانا علی قاری منسک متوسط میں تحریر فرماتے ہیں ۔

الطواف من مختصات الکعبۃ فیحرم حول قبور الانبیاء و الاولیاء ۔ (طواف کرنا ۔ بیت اللہ کی خصوصیات میں سے ہے لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام کی قبروں کے ارد گرد طواف کرنا حرام ہے ۔)

۳ : ایک بالشت یا کچھ زائد (بلندی قبر کی ہونی چاہئے) زیادہ فاحش بلندی مکروہ ہے ۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۴ ص ۱۸۰ و ۱۸۱ ملخصاً)

احمد رضا خاں صاحب سے ایک اور سوال کیا گیا کہ

" بزرگوں کے مزار پر جائیں تو فاتحہ کس طرح سے پڑھا کریں اور فاتحہ میں کون کون چیزیں پڑھا کریں "

اس کے جواب میں احمد رضا خان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

" مزاراتِ شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر مواجہہ میں کھڑا ہو ---------- مزار کو نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام "

(فتاویٰ رضویہ جلد ۴ ص ۲۱۲ ، ۲۱۳)

سوال سوم کا جواب

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ العزیز نے تیسرے سوال کا جواب یہ دیا ہے کہ بلا قرینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ " عالم الغیب " کا اطلاق حرام اور ناجائز ہے ۔

حضرت حکیم الامت رح نے اپنے اس جواب کو مدلل کرنے کیلئے دو دلیلیں ذکر فرمائی ہیں ۔

۱ : پہلی دلیل کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ " علم غیب " محاوراتِ شرعیہ میں اس علم کو کہا جاتا ہے جو بالذات ، بلا واسطہ اور کسی کے دیئے بغیر حاصل ہو ۔ اور ظاہر ہے کہ ذاتی اور بلا واسطہ علم تو صرف اور صرف اللہ تعالےٰ ہی کو حاصل ہے ۔ اس لئے اگر کوئی شخص بلا قرینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظِ " عالم الغیب " کا اطلاق کرنے لگے تو اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوگی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم ذاتی حاصل ہے جو کہ بالاتفاق کھلم کھلا کفر ہے اس بنا پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظِ " عالم الغیب " کا اطلاق ناجائز اور حرام ہے ۔

۲ : حضرت حکیم الامت رح کی دوسری دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ زید جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظِ " عالم الغیب " کا اطلاق کر رہا ہے ، وہ یہ اطلاق کس بنا پر کرتا ہے ؟

آیا اس بنا پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا استثناء تمام مغیبات (مخفی امور) کا علمِ کلی حاصل ہے ؟

یا اس بنا پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض مغیبات کا علم حاصل ہے ؟

پہلی وجہ تو عقلاً نقلاً باطل ہے ۔ اور دوسری وجہ اس لئے نہیں بن سکتی کہ پھر عام انسانوں بلکہ

دوسری تمام مخلوق کو بھی " عالم الغیب " کہنا پڑے گا ، کیونکہ مطلق بعض مغیبات کا علم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے انسانوں بلکہ تمام مخلوق کو حاصل ہے۔

احمد رضا خان صاحب اس کی تائید میں

بالکل یہی بات احمد رضا خان صاحب نے فرمائی ہے چنانچہ ایک مقام پر وہ لکھتے ہیں۔

"مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ ہے" (الامن والعلیٰ ، ص ۲۰۳)

اور ظاہر ہے کہ جب "کراہت" مطلق بولی جائے تو اس سے عموماً کراہت تحریمی مراد ہوتی ہے۔ جیسا کہ احمد رضا خان صاحب نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ ، ج ۲ ، ص ۱۱۵)

نیز یہ بھی واضح ہے کہ "مکروہ تحریمی" اور "حرام" عملاً دونوں کا حکم یکساں ہے۔ چنانچہ احمد رضا خان صاحب کے خلیفہ اور بریلوی حلقہ میں "امام المحدثین" کہلائے جانے والے ابو محمد سید دیدار علی شاہ صاحب (م ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء) رقمطراز ہیں۔

"گناہ اور استحقاق عذاب میں مکروہ تحریمیہ اور حرام قطعی دونوں برابر ہیں"

(الاستعانت من اولیاء اللہ عین الاستعانت من اللہ ، ص ۳۳)

لہٰذا ثابت ہوا کہ احمد رضا خان صاحب کے نزدیک بھی مخلوق پر لفظ "عالم الغیب" کا اطلاق حرام اور ناجائز ہے

حضرت حکیم الامت رح کی پہلی دلیل کی بنیاد دو باتوں پر ہے۔

۱ : محاورات شرعیہ میں "علم غیب" صرف اس علم کو کہا جاتا ہے جو بالذات ہو یعنی جو "علم ذاتی" ہو۔

۲ : کسی مخلوق پر "عالم الغیب" کا اطلاق کرنے سے اس کے علم کے ذاتی ہونے کا شرکیہ وہم پیدا ہوگا، اس لئے مخلوق پر اس کا اطلاق ناجائز ہے۔

یہ دونوں باتیں احمد رضا خان صاحب کو بھی تسلیم ہیں۔ چنانچہ موصوف فرماتے ہیں۔

"علم جب مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو (یعنی علم غیب) تو اس سے مراد "علم ذاتی" ہوتا ہے۔ اس کی تصریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نے کر دی ہے۔ اور یہ یقیناً حق ہے کہ کوئی شخص کسی مخلوق کے لئے ایک ذرہ کا بھی "علم ذاتی" مانے یقیناً کافر ہے"۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۴۴ ج ۳)

ایک اور مقام پر احمد رضا خان صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"علم غیب بالذات اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے، کفار اپنے معبودان باطل وغیرہم کے لئے مانتے تھے۔ لہذا مخلوق کو "عالم الغیب" کہنا مکروہ"۔ (الامن والعلیٰ ص ۲۰۳)

اس اقتباس سے ثابت ہوا کہ مخلوق کو "عالم الغیب" کہنے کے مکروہ (تحریمی) ہونے کی وجہ یہی ہے کہ کفار اپنے معبودانِ باطل وغیرہم کے لئے "علم ذاتی" مانتے تھے۔ اب اگر کوئی شخص کسی مخلوق کو "عالم الغیب" کہے گا تو اس سے یہ شرکیہ وہم پیدا ہوگا کہ یہ بھی مخلوق کے لئے "علم ذاتی" کا قائل ہے جو کہ کھلم کھلا بالاتفاق کفر ہے۔

باقی رہی حضرت تھانوی رح کی بیان کردہ دوسری دلیل تو اس کے متعلق حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اس دوسری دلیل کے بنیادی مقدمات صرف چھ ہیں۔ اب وہ چھ بنیادی مقدمات اور پھر ان پر تبصرہ حضرت مولانا نعمانی مدظلہٗ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

۱ : "جب تک مبدأ کسی چیز کے ساتھ قائم نہ ہو، اس پر مشتق کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا مثلاً کسی کو عالم جب ہی کہا جا سکتا ہے جب کہ اس کی ذات میں علم کی صفت پائی جاتی ہو اور زاہد اسی کو کہا جائے گا جس کے ساتھ زہد کی صفت قائم ہو۔ اور کاتب وہی کہلائے گا جو وصف کتابت کے ساتھ موصوف ہو (الیٰ غیر ذالک من الامثلۃ)۔

۲ : علت کے ساتھ معلول کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ علت موجود ہو اور معلول نہ ہو۔

۳ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم حاصل نہ تھا۔

۴ : مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے۔

۵ : ہر زید و عمر کو عالم الغیب نہیں کہہ سکتے۔

۶ : لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان کو مستلزم ہے یعنی جس بات کے ماننے سے کوئی امر باطل لازم آجائے

وہ خود باطل ہے۔

ان مقدمات میں سے پہلے دونوں اور آخری دونوں تو عقلی مسلمات میں سے ہیں اور گویا بدیہی ہیں جس سے دنیا کا کوئی عاقل بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اس لئے سردست ہم صرف تیسرے اور چوتھے مقدمہ کو خان صاحب ہی کی تصریحات سے ثابت کرتے ہیں۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

حفظ الایمان کے اہم مقدمات کا ثبوت خود خانصاحب بریلوی کی تصریحات سے

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا تیسرا مقدمہ یہ تھا کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم حاصل نہ تھا"

اس کا ثبوت فاضل بریلوی کی تصریحات سے ملاحظہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیوب کا علم حاصل نہ تھا

فاضل موصوف "الدولۃ المکیۃ" صفحہ ۲۵

رقمطراز ہیں۔

فانا لا ندعی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قد احاط بجمیع معلومات اللہ سبحانہ وتعالیٰ فانہ محال للمخلوق۔

ہمارا یہ دعوےٰ نہیں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم شریف تمام معلومات الٰہیہ کو محیط ہے کیونکہ یہ تو مخلوق کے لئے محال ہے۔

اور اسی "الدولۃ المکیۃ" میں ہے۔

ولا نثبت بعطاء اللہ تعالیٰ ایضاً الا البعض۔

اور ہم عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔

(الدولۃ المکیۃ: ص ۲۸)

اور یہی خان صاحب "تمہید ایمان" صفحہ ۴۳ پر فرماتے ہیں

"حضورؐ کا علم بھی جمیع معلوماتِ الٰہی کو محیط نہیں"

نیز اسی تمہید کے صفحہ ۲۴ پر ہے۔

"اور جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو علم مخلوق کا محیط ہونا بھی باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے"

خان صاحب کی ان تمام عبارات کا مفاد بلکہ مقصد یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع غیوب کا علم حاصل نہ تھا، بلکہ تمام غیوب کے علم تفصیلی کا حصول آپ کے لئے بلکہ ہر مخلوق کے لئے محال ہے اور اس کا عقیدہ رکھنا باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے۔ اور یہی بعینہٖ حضرت مولانا تھانوی رح کی دلیل کا تیسرا مقدمہ تھا جو بحمد اللہ خان صاحب ہی کی تصریحات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ فللّٰہ الحمد۔

حضرت مولانا رح کی دلیل کا چوتھا قابل غور مقدمہ یہ تھا۔

"مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے"

اس کا ثبوت بھی خان صاحب بریلوی کی تصریحات سے ملاحظہ ہو۔

ہر مومن کو کچھ غیوب کا علم تفصیلی ضرور ہوتا ہے

فاضل موصوف "الدولۃ المکیۃ" صفحہ ۱۳ پر ارقام فرماتے ہیں۔

انا اٰمنا بالقیامۃ و بالجنۃ و	بے شک ہم ایمان لائے ہیں قیامت پر
بالنار و باللہ تعالٰی و بالامہات	اور جنت اور دوزخ پر اللہ تعالٰے اور
السبع من صفاتہ عز و جل و کل	اس کے ساتوں صفاتِ اصلیہ پر اور
ذالک غیب وقد علمنا کلا	یہ سب کچھ غیب ہے اور ہم کو اس کا علم

بحيالہ ممتازا عن غيرہ	تفصیلی حاصل ہے اس طور پر کہ ہمارے
فوجب حصول مطلق العلم	علم میں ان میں سے ہر ایک دوسرے سے
التفصيلی بالغيوب لكل	ممتاز ہے۔ پس غیب کے مطلق علم تفصیلی
مومن ۔	کا حصول ہر مومن کے لئے واجب ہوا ۔

نیز یہی خان صاحب " خالص الاعتقاد " صفحہ ۲۴ پر فرماتے ہیں۔

(اللہ تعالےٰ) .... مسلمانوں کو فرماتا ہے " یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ " غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ ایمان تصدیق ہے اور تصدیق، علم ہے جس شے کا اصلاً علم ہی نہ ہو اس پر ایمان لانا کیوں کر ممکن ؟ لاجرم تفسیر کبیر میں ہے " لا يمتنع ان نقول نعلم من الغيب مالنا عليه دليل " یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اُس غیب کا علم ہے جس پر ہمارے لئے دلیل ہے "

خان صاحب کی ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ہر مومن کو غیب کا کچھ علم ضرور ہے۔

خانصاحب کے والد بزرگوار کو بھی غیب کا علم تھا

موصوف اپنے والد ماجد کی ایک پیشین گوئی کا ذکر فرما کر ارشاد فرماتے ہیں۔

" یہ چودہ برس کی پیشین گوئی حضرت نے فرمائی۔ اللہ تعالےٰ اپنے مقبول بندوں کو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے غلامانِ غلام کے کفش بردار ہیں، علوم غیب دیتا ہے " (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم صـ۲۴)

خانصاحب کے نزدیک گدھے کو بعض غیوب کا علم

خان صاحب نے اس کے ثبوت میں کہ کشف فی نفسہ کوئی کمال کی چیز نہیں بلکہ وہ

غیر مسلموں حتیٰ کہ غیر انسانوں کو بھی حاصل ہو جاتا ہے) اپنے کسی بزرگ سے (جس کے ولی اللہ ہونے کی تصریح بھی آپ نے فرمائی ہے) ایک صاحب کشف گدھے کی عجیب و غریب حکایت نقل کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ان بزرگ صاحب نے فرمایا۔

" ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جگہ جلسہ بڑا بھاری تھا۔ دیکھا کہ ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا تھا۔ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے۔ بس گدھے سے پوچھا جاتا ہے۔ گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جاکر سر ٹیک دیتا ہے "

(ملفوظات حصہ چہارم ص ۱۱)

اس کے بعد خان صاحب فرماتے ہیں۔

" بس یہ سمجھئے کہ وہ صفت جو غیر انسان کے لئے ہو سکتی ہے (یعنی کشف) انسان کے لئے کمال نہیں الخ (حصہ چہارم ص ۱۱)

خان صاحب کے اس ملفوظ سے معلوم ہوا کہ موصوف کے نزدیک اس گدھے کو بھی بعض مخفی باتوں کا کشف ہوتا تھا۔ وہذا ہو المقصود۔

دنیا کی ہر چیز کو بعض غیوب کا علم حاصل ہے

ہم ابھی ابھی " الدولۃ المکیۃ " سے خان صاحب کی ایک عبارت نقل کر چکے ہیں جس میں تصریح ہے کہ " حق تعالیٰ اور اس کے صفات اور جنت و دوزخ ملائکہ وغیرہ وغیرہ یہ سب امور غیب میں سے ہیں (اور یہ بالکل صحیح ہے)۔

علیٰ ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بذات خود غیب نہیں لیکن آپ کی رسالت بے شک امر غیب ہے۔ کیونکہ وہ کوئی محسوس و مُبصَر چیز نہیں بلکہ اللہ اور

رسول ہو کے درمیان ایک مخفی تعلق ہے جو ہمارے احساس ظاہری کی دسترس سے بالاتر ہے اور صرف پیغمبر کی صداقت کے اعتماد پر اس پر ایمان لایا جاتا ہے۔ پس جس کو اللہ تعالےٰ کے وجود اور اس کی وحدت یا اس کے رسولؐ کی رسالت کا علم حاصل ہو تو اس کو بعض غیوب کا علم حاصل ہوا اور خان صاحب کو تسلیم ہے کہ کائنات کی ہر چیز حتی کہ درختوں کے پتے اور ریگستانوں کے ذرّے بھی توحید و رسالت پر ایمان لانے کے مکلف ہیں، وہ خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی شہادت دیتے ہیں۔

چنانچہ خان صاحب کے ملفوظات حصہ چہارم صفحہ ۷۷ پر ہے۔

"ہر شے مکلف ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور خدا کی تسبیح کے ساتھ"

نیز اسی کے صفحہ ۸۰ پر ہے۔

"ایک ایک روحانیت تو ہر ہر نبات ہر ہر جماد سے متعلق ہے اسے خواہ اس کی روح کہا جاوے یا کچھ اور، اور وہی مکلف ہے ایمان و تسبیح کے ساتھ، حدیث میں ہے۔

ما من شئ الا و یعلم	کوئی شے ایسی نہیں جو مجھ کو خدا کا
انی رسول اللہ الا مردۃ	رسول نہ جانتی ہو، سوا سرکش
الجن و الانس۔	جن اور انسانوں کے"

خان صاحب کے ان ارشادات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱ : ہر مومن کو غیب کی کچھ باتیں ضرور معلوم ہوتی ہیں۔

۲ : غیر مسلموں کو بھی کشف ہوتا ہے۔

۳ : گدھے جیسے احمق جانور کو بھی بعض مخفی باتوں کا علم ہو جاتا ہے۔

۴ : کائنات کی ہر چیز حتی کہ نباتات و جمادات کو بھی غیب کی کچھ باتیں معلوم ہیں۔

اور یہی حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا چوتھا بنیادی مقدمہ تھا۔

الحاصل مولانا کی دلیل جن چھ مقدمات پر مبنی تھی، ان میں سے چار تو مسلمات عقلیہ اور بالکل بدیہی تھے اور دو محتاج ثبوت تھے سو ان کو ہم نے بحمداللہ خان صاحب ہی کی تصریحات سے ثابت کر دیا اور ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ حضرت مولانا کی وہ دلیل جس پر خان صاحب نے کفر کا حکم لگایا تھا بجمیع اجزائہٖ خان صاحب کو مسلم ہے اور اگر وہی موجب کفر ہو سکتی ہے تو پھر خان صاحب بھی اس کفر میں برابر کے حصہ دار ہیں۔

چہ خواہی گفت قربانت شوم تامن ہماں گویم (فیصلہ کن مناظرہ)

اس تمام تر تفصیل کا مقصد محض یہ ثابت کرنا تھا کہ "حفظ الایمان" کی ہر بات نہ صرف یہ کہ اپنے مقام پر صحیح و درست ہے بلکہ خود احمد رضا خان صاحب کے کلام سے بھی یہ سب کچھ ثابت ہے۔

عبارتِ حفظ الایمان میں ترمیم

لیکن عالم اسباب میں کسی شخص کو مطمئن کر دینے کے جو طریقے ممکن تھے وہ سب بروئے کار لانے کے باوجود جب بعض شرارت پسند اور بد باطن لوگ شرارت، فتنہ انگیزی اور افتراق و انتشار پھیلانے کی خاطر عوام الناس میں یہی پروپیگنڈا کرتے رہے کہ اس عبارت میں کفر ہے اور اس کا لکھنے والا (یعنی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) العیاذ باللہ زبردست کافر ہے کہ جو اس کے کفر میں شک یا توقف کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا تو اس صورت حال کو دیکھ کر بعض دیندار، اتحادِ ملت کے خواہاں حضرات نے ملت کو افتراق و انتشار اور آپس کے لڑائی جھگڑے اور سر پھٹول سے بچانے کے لئے حضرت حکیم الامت رح کی خدمت میں ایک درخواست پیش کی جس میں یہ لکھا کہ

——— غرض ان تصریحات و تنقیحات کے بعد کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہی نہ کسی خلاف مقصود یا نعوذ باللہ تعالےٰ سوءِ ادب کا اصلاً ایہام رہا۔ پس اس بنا پر واقعی ترمیم عبارت کی مطلق ضرورت نہیں لیکن دنیا میں چونکہ ہر فہم کے لوگ ہیں یا قصداً شبہ ڈالنے والے موجود ہیں جو شبہہ

ڈالنے میں کچھ مصالح سمجھے ہوئے ہیں خواہ وہ مصالح دینیہ ہوں جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے، یا دنیویہ ہوں جیسا کہ واقع ہے۔

اس لئے کم فہموں کی رعایت سے تاکہ نہ ان کو خود شبہ ہو نہ دوسرا کوئی شبہ ڈال سکے، اگر اس عبارت میں ایسے طور سے ترمیم کر دی جائے جس میں معنون (یعنی اصل مضمون) محفوظ رہے اور عنوان (یعنی عبارت) بدل جاوے تو امید ہے کہ موجب اجر ہو گا۔ گویہ ترمیم درجۂ ضرورت میں نہ ہو گی صرف درجۂ استحسان ہی میں ہو گی۔ آئندہ جو رائے ہو۔ فقط۔

(تغییر العنوان)

اس درخواست کو دیکھ کر حضرت حکیم الامت رحؒ نے امت مسلمہ کو افتراق و تشتت اور آپس کے خلفشار سے بچانے کے لئے اپنی انا کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کمال بے نفسی کے ساتھ ۱۸ صفر ۴۲ھ ۱۳ کو اپنی سابقہ عبارت میں ترمیم کر کے " تغییر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان " کے نام سے اس کا اعلان کر دیا (مزید تفصیل اور ترمیم " تغییر العنوان " میں ملاحظہ فرمائیں)

اور بعد میں ترمیم شدہ عبارت کے ساتھ " حفظ الایمان " کا نیا ایڈیشن " اشرف المطابع تھانہ بھونؒ " سے شائع کرا دیا۔

ہم " تھانہ بھون " کی مطبوعہ " حفظ الایمان " کے پہلے اور دوسرے صفحہ کے علاوہ ترمیم شدہ عبارت کے صفحہ کا عکس آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ص ۱۲۴ تا ۱۲۶)

دوسری ترمیم

دوسری ترمیم حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم کے توجہ دلانے پر حضرت تھانوی رحؒ نے فرمائی تھی اور اس کا اعلان حضرت تھانوی رحؒ کی طرف سے مولانا نعمانی نے اپنے ماہوار رسالہ " الفرقان بریلی " کے رجب ۱۳۵۴ھ کے شمارہ میں فرمایا تھا۔ اس دوسری ترمیم کے مکمل پس منظر کا ذکر ہمارے خیال میں " الفرقان " کے مذکورہ شمارہ کے علاوہ اور کہیں نہیں ہوا۔ اس لئے ہم حضرت مولانا نعمانی دامت برکاتہم کا وہ تفصیلی بیان جو موصوف نے اس دوسری ترمیم کے اعلان کے سلسلہ میں " الفرقان " کے مذکورہ شمارہ میں کیا تھا ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

منقول از ماہنامہ "الفرقان بریلی" بقلم مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ العالی

عبارتِ حفظ الایمان
کے عنوان میں ایک اور ترمیم

اب سے کچھ دنوں پہلے ایک تعلیم یافتہ نوجوان (جو رضاخانی علماء کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر حضرت حکیم الامت مدظلہ العالی کے متعلق بہت برے خیالات رکھتے تھے) مناظرۂ بریلی کی روئداد کے کچھ حصہ کا مطالعہ کرنے کے بعد میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔

میں نے آج رات میں مناظرۂ بریلی کی روئداد کا مطالعہ کیا اوس کے اکثر مضامین سمجھ میں آگئے لیکن ایک شبہہ باقی ہے اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔

میں : فرمائیے کیا ہے ؟

وہ : آپ نے حفظ الایمان کی عبارت کا جو مطلب بریلی کے مناظرہ میں بیان کیا ہے اوس کا تمام تر مدار اس پر ہے کہ اس عبارت میں مولانا اشرف علی صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کی مقدار میں کلام نہیں فرمارہے بلکہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر لفظ "عالم الغیب" کے اطلاق میں بحث کر رہے ہیں۔ یہی ہے نا ؟

میں : جی ہاں میرا یہی دعوے ہے۔

وہ : بس یہی بات سمجھ میں نہیں آتی . کیونکہ اس عبارت کا سب سے پہلا فقرہ یہ ہے کہ "پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو" اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ مولانا اشرف علی صاحب حکم علم غیب کو باطل کرنا

چاہتے ہیں نہ کہ اطلاق علم الغیب کو۔

میں : جناب غور فرمائیں حکم علمِ غیب سے یہاں اطلاق عالم الغیب ہی مراد ہے۔

وہ : یہ کیوں کر ہو سکتا ہے حکم اور اطلاق میں تو فرق ہے۔

میں : اربابِ فنون کی مخصوص اصطلاح کے اعتبار سے اگرچہ حکم اور اطلاق میں فرق ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ عام محاورات میں بھی اہل فن کی اوس اصطلاح کا لحاظ رکھا جائے[1] لہٰذا عام محاورات میں حکم بول کر اطلاق مراد لیا جا سکتا ہے، اور اگر ضابطہ ہی کی توجیہہ درکار ہو وہ بھی اس طرح کی جا سکتی ہے کہ حکم از روئے لغت اطلاق کو مستلزم ہے یعنی جہاں حکم اصطلاحی کا تحقیق ہو وہاں لغۃً اطلاق ضرور صحیح ہو گا۔ پس اس لزوم لغوی کے علاقہ کی وجہ سے بھی حکم بول کر اطلاق مراد لے سکتے ہیں۔ اور چونکہ حفظ الایمان کی عبارت میں سیاق و سباق کے قرائن اس پر دال ہیں[2] اس لئے یہی احتمال متعین ہے، اور پھر

---

[1] اس کی ایک عام نظیر یہ ہے کہ کلمہ نحویوں کی اصطلاح میں ایک خاص قسم کے لفظ کو کہتے ہیں اور اہل منطق کی اصطلاح میں دوسری قسم کے لفظ کو۔ اور عام محاورات میں اس کا استعمال ان دونوں اصطلاحوں سے آزاد ہے۔ علیٰ ہذا "فاعل" نحویوں کی اصطلاح میں کچھ اور ہے اور عام اصطلاح میں کچھ اور۔ الیٰ غیر ذالک من الامثلۃ۔ ۱۲ منہ غفرلہٗ

[2] حفظ الایمان کی متنازعہ فیہ عبارت سے پہلے یہ چند فقرے موجود ہیں جو صاف بتلا رہے ہیں کہ وہاں اطلاقِ عالم الغیب کی بحث ہے نہ کہ "مقدارِ علمِ غیب" کی۔

۱ : تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہو گا۔

۲ : اس لئے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہو گا۔

۳ : اور اگر ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق و رازق وغیرہما کا بتاویل اسناد الی السبب کے بھی اطلاق کرنا جائز ہو گا۔ کیونکہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے سبب ہیں۔

۴ : جس طرح آپ پر علم الغیب کا اطلاق اس تاویل سے جائز ہو گا، اسی طرح دوسری تاویل سے اس صفت

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

جب کہ مصنف حفظ الایمان حضرت مولانا تھانوی مدظلہ نے "بسط البنان" میں خود ہی اپنی یہ مراد ظاہر بھی فرمادی۔ تو اب حکم سے اطلاق مراد لینا اور بھی ضروری ہو گیا اور دوسرا احتمال باقی ہی نہ رہا۔

میری اس گزارش پر کچھ دیر غور فرمانے کے بعد انہوں نے اپنا دلی اطمینان ظاہر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کی نفی حق جل وعلاشانہ سے بھی جائز ہوگی۔ الخ

ان چاروں فقروں سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ مولانا کی بحث صرف عالم الغیب کے اطلاق میں ہے نیز متنازعہ فیہ عبارت کا آخری فقرہ جو حضرت مولانا کی دلیل کا الزامی نتیجہ ہے یہ ہے کہ

"تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے"

اس سے بھی صاف صریح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ مولانا کا کلام صرف عالم الغیب کے اطلاق میں ہے۔ پس سیاق وسباق کے یہ قرینے ہیں جو مجبور کر رہے ہیں کہ حکم علم غیب سے اطلاق عالم الغیب ہی مراد لیا جاوے۔ ۱۲ منہ

[1] بسط البنان صفحہ ۱۲ پر حضرت مولانا مدظلہ عبارتِ حفظ الایمان کی توضیح فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

"اوّل میں نے دعوےٰ کیا ہے کہ علم غیب جو بلاواسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالےٰ کے ساتھ اور جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کے لئے ہو سکتا ہے مگر اس سے مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں اور اس دعویٰ پر دو دلیلیں قائم کی ہیں۔ وہ عبارت (جس پر اعتراض ہے) دوسری دلیل کی ہے جو اس لفظ سے شروع ہوتی ہے۔

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر" مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا، محض اس بنا پر کہ آپ کو علوم غیبیہ بواسطہ حاصل ہیں آپ کو عالم الغیب کہنا اگر صحیح ہو الخ

اس عبارت میں مصنف حفظ الایمان مدظلہ العالی نے خود ہی تصریح فرمادی ہے کہ حکم علم غیب سے میری مراد اطلاق عالم الغیب ہے اور یہی ہمارا دعوےٰ ہے۔ فللّٰہ الحمد ۱۲ منہ۔

کیا اور فرمایا کہ اب مجھ کو حفظ الایمان کی عبارت پر بحمد اللہ کوئی شبہ نہیں رہا۔ لیکن میرا ایک مشورہ یہ ہے کہ جس طرح مولانا اشرف علی صاحب نے اس عبارت کے آخری حصہ کا عنوان بدل دیا ہے اسی طرح اگر وہ اس پہلے فقرہ میں بھی حکم کے بجائے اطلاق ہی کر دیں تو اچھا ہو اور ہم جیسے ناواقفوں کو بھی پھر دھوکا نہ ہو۔

میں نے عرض کیا کہ میرے نزدیک آپ کا یہ مشورہ صحیح ہے اور انشاء اللہ میں اس کو کسی وقت حضرت مولانا (دامت برکاتہم) کی خدمت میں عرض کردوں گا۔

اس واقعہ سے تقریباً دو مہینے کے بعد وسط جمادی الآخرہ میں یہ خاکسار حضرت حکیم الامت مدظلہم العالی کے آستانہ عالیہ کی حاضری سے مشرف ہوا اور ان نوجوان کے اس مشورہ کا ذکر کیا، حضرت والا نے اس کو پسند فرمایا اور حفظ الایمان کے اس فقرہ کے عنوان کو اس طرح بدل دیا۔

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو"

اور اس حقیر خادم کو اس ترمیم کے اعلان کی اجازت مرحمت فرمائی۔ لہذا یہ ناچیز حضرت ممدوح کی طرف سے اس ترمیم کا اعلان کرتا ہے۔ ساتھ ہی اہل مطابع سے درخواست ہے کہ آئندہ حفظ الایمان کو وہ اسی ترمیم کے ساتھ چھاپیں۔

اخیر میں مسلمانوں سے مخلصانہ اپیل ہے کہ وہ اللہ کے واسطے اللہ والوں کے ساتھ انصاف کریں، اہل اللہ سے عداوت باعث ہلاکت ہے۔

اے اللہ! مسلمانوں کو انصاف اور حق بینی کی توفیق دے۔ اور اہل باطل کے فتنہ سے بچا۔ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

(ماہنامہ "الفرقان بریلی" رجب ۱۳۵۴ھ)

رضاخانیوں کا فتوے بدستور اپنے مقام پر

یہ سارے جتن کرنے کے باوجود احمد رضا خان صاحب اور ان کی ذریت کا فتوے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کی بابت بدستور اپنے مقام پر ہے۔ چنانچہ احمد رضا خان صاحب کے خلیفہ اجل اور مظہر اعلیٰحضرت عبید الرضا محمد حشمت علی خان صاحب لکھتے ہیں۔

" اس ترمیم کے بعد تھانوی کو اور ان کے اس کفر ملعون پر مطلع ہونے کے بعد جو انہیں مسلمان جانے اس کو کافر مرتد جاننا فرض اور انہیں مسلمان سمجھنا حرام بلکہ کفر ہے "

اس کے بعد حضرت تھانوی مرحوم کو توبہ کا حکم دینے کے بعد رقمطراز ہیں۔

" اگر وہ توبہ نہ کریں تو ان کے اذناب وتبعین پر فرض ہے کہ انہیں کافر و مرتد سمجھیں، ان کا پیچھا چھوڑیں۔ توبہ کریں مسلمان بنیں، اور اگر وہ بھی نہ مانیں تو مسلمانوں پر تھانوی اور ان کے متبعین کے ساتھ مسلمانوں کے سے تعلقات رکھنا حرام، اور ان سے سلام حرام، ان سے دوستی ملاقات حرام، ان کے پیچھے نماز حرام، ان کے جنازہ پر نماز حرام، ان کی عیادت حرام، ان سے میل جول بیاہ شادی حرام، وہ مرجائیں تو انہیں مسلمانوں کی طرح غسل و کفن دینا حرام انہیں مسلمانوں کے مقبرہ (قبرستان) میں دفن کرنا حرام "

(قہر واجد دیان بر ہمشیر لبسط البنان ص ۳۴، ۳۵)

یہی بریلوی بزرگ ۱۳۵۹ھ میں ایک مناظرہ کے دوران حضرت تھانوی قدس سرہ کو مسلمان سمجھنے والوں کے بارے میں یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں۔

" جو تھانوی کو مسلمان مانتے ہیں سارے کے سارے بحکم شرع یقیناً کافر و مرتد ہیں ان سب کے پیچھے نماز باطل محض، ان کا نکاح قطعاً باطل، ایسی حالت میں ان کی جس قدر اولاد ہو چکی بحکم شریعت مطہرہ سب حرامی ولد الزنا، ان کا ذبیحہ خنزیر کی طرح نجس العین اور مردار۔ ان کے ساتھ ان کی موت و زندگی میں مسلمانوں کا سا کوئی معاملہ کرنا ناجائز اور حرام "

(مبلغ وہابیہ کا گریز ص ۸)

حضرت تھانوی قدس سرہ بلکہ ان کو مسلمان سمجھنے والے تمام مسلمانوں پر اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا کہ کسی بھی الزام سے صفائی اور برأت کے لئے اس دنیا میں جو جو ذرائع اور طریقے ممکن اور میسر تھے وہ سب تمامہا بروئے کار لانے کے باوجود احمد رضا خان صاحب اور دیگر رضاخانی مفتیوں کی زبان ان حضرات کو کافر قرار دینے سے نہیں تھکتی۔ اس صورت حال پر ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ ؎

وفاؤں کے ہزاروں دے چکے ہیں امتحاں اب تک
مگر وہ ہیں کہ اس پر بھی ہیں ہم سے بدگماں اب تک

رضاخانی تہذیب

دنیا میں اختلافات ہمیشہ سے ہوتے چلے آئے ہیں کوئی قرن کوئی دور اس سے خالی نہیں رہا، اس لئے اختلاف پیدا ہو جانا کوئی انوکھی یا اچنبے کی بات نہیں ہے ؎

گلہائے رنگا رنگ سے ہے رونق چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

اہل حق کا اہل باطل سے اختلاف بھی ہوتا آیا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ تو اہل حق کو بعض اہل باطل کی تکفیر بھی کرنی پڑی۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اہل حق نے اہل باطل کے خلاف گندی، فحش اور بازاری زبان استعمال کی ہو۔ لیکن احمد رضا خان صاحب اور ان کی ذریت نے جو زبان اپنے مخالفین کے لئے استعمال کی ہے اور وہ بھی خالص مذہبی لٹریچر میں، اسے دیکھ کر ان کی شرافت و متانت بلکہ ان کے چال چلن اور کیر کٹر کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ یہ کس قماش کے لوگ ہیں؟ ہم اس وقت صرف حضرت تھانوی قدس سرہ کے بارے میں استعمال کی جانے والی زبان کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

احمد رضا خان صاحب کے خلیفۂ اجل اور مظہر اعلیٰ حضرت عبید الرضا محمد حشمت علی خان صاحب حضرت تھانوی قدس سرہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

ہم نظر بازوں سے تو چھپ نہ سکا اے ظالم
تو جہاں جا کے چھپا ہم نے وہیں دیکھ لیا

(قہر واجد دیان ص ۵)

۲ : " ضرورت ہے کہ اس " جدیدہ " کی نقاب کشائی کر دی جائے کہ مسلمان اپنی " مسلمانی " اس کے حلقۂ تزویر میں پھنسنے سے بچائیں "۔ ——— (قہر واجد دیان ص ۵)

۳ : حفظ الایمان کے کفر اٹھانا اس کے گہرے گھاؤ میں " بتی رکھوانا " چاہتے ہیں "۔ ——— (ایضاً ص ۶)

۴ : " دیکھئے کیسی اندر کی کھول کر رکھ دی "۔ ——— (ایضاً ص ۸)

۵ : " پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے "۔ ——— (ایضاً ص ۹)

۶ : " اٹھتا جوبن ہے کہ بے چاری لاکھ تاویل کی انگیا دبائے، تبدیل و تغیر کے دوپٹے سے اسے چھپائے مگر وہ کسی طرح نہیں چھپتا "۔ ——— (ایضاً ص ۱۴)

۷ : ہزاروں خواہشیں دل میں چھپائے کس طرح کوئی — مری جان تم سے اک جوبن کا پردہ ہو نہیں سکتا
حیا بولی جو کھل کھیلا وہ گدرایا ہوا جوبن — انہیں اب تم چھپاؤ ہم سے پردہ ہو نہیں سکتا

دو شریروں کو وہ قابو میں کریں گے کیوں کر — خیر سے ایک دوپٹہ تو سنبھلتا ہی نہیں
لاکھ تم باندھ کے رکھو مگر اٹھتا جوبن — کھل ہی کھیلے گا کہ چھپنا اسے آتا ہی نہیں

——— (ایضاً ص ۱۵)

۸ : کیوں تھانوی جی ! ایسے قاہر رد سے آنکھیں میچ لینا اور اپنی وہی پرانی جس کے پرخچے اڑ چکے سُنیوں کو دھوکے دینے کے لئے آگے کر دینا "۔ ——— (ایضاً ص ۱۷، ۱۸)

۹ : " آپ کو تین فوٹو دکھائے تھے شاید آپ نے آنکھیں بند کر لی ہوں، اس لئے میں پھر ان تین میں سے دو دکھاتا ہوں اور تیسرا پھر کبھی ان شاء اللہ تعالیٰ دکھاؤں گا "۔ ——— (ایضاً ص ۱۹)

لہ " جدیدہ " نئی عورت کو بھی کہتے ہیں۔ سہ " مسلمانی " آلۂ تناسل کے ختنہ شدہ حصہ یعنی حشفہ کو بھی کہتے ہیں اور اس کے " حلقہ " میں پھنسنے کو آپ خود جانتے ہیں۔ سہ " جوبن " اس سے مراد جوان عورت کے پستان ہیں۔
سہ " کھل کھیلنا " شرم و حجاب اٹھا کر علانیہ برا کام کرنا "۔ ۱۲

۱۰ : گندے گھرے گھاؤ میں بتی رکھوانے میں سخت دشواری پیش آتی ہے اور اس سے حکیم الامتی کی شان میں دھکا لگنے کا اندیشہ ہے " ——————— (قہر واجد دیان ص ۲۵)

۱۱ : سنئے اس عبارتِ " خانگی[۱] " کا مطلب یہ ہوا ———" (" " ص ۱۹)

احمد رضا خان صاحب نے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کے خلاف متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں ایک کتاب کا نام " ادخال السنان الی حنک الحلقی لبسط البنان " ہے۔ اگرچہ احمد رضا خان صاحب نے " بوجوہ " اس کتاب کو اپنے فرزند ارجمند اور بریلویوں کے مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب کے نام سے شائع کرایا ہے

شیریں لسانی اور پاکیزہ بیانی کے چند نادر نمونے اس کتاب میں سے بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔

۱ : آپ نے دیدۂ و دانستہ رسلیا والے کی " کوری[۲] " دیکھی " ——— (ادخال السنان ص ۲۸)

۲ : اف ری بے حیا، تھانوی صاحب ! دھرم دھرم سے کہئے رسلیا اندھی ہے یا پگلی ---- کچھ بول دو جی کڑا کرکے۔ آنکھیں بند کرکے۔ اپنے منہ کی ٹٹی کھول دو، تمہاری چھپے چھوارے جواری[۳] جوا[۴] ری خوا[۵] ری لڑائی کی اور بھی راہ ماری ------ تھانوی صاحب ! ع آنکھیں تو ملاؤ دم کہاں ہے ؟
ہمت تیری خاموشی کی " ——————— (ادخال السنان ص ۲۹/۳۰)

۳ : خوش نہ ہونا تھٹیرے بھٹیرے کی بدلائی ہے۔ یوں ہی دو طرح[۶] وہ بھی تم پر چڑھ کر رہے "
——————— (ادخال السنان ص ۳۱)

۴ : تھانوی صاحب رسلیا سے کہئے چلی کہاں تھوڑا اور لیتی جا " ——— (ادخال السنان ص ۲۵)

---

[۱] " خانگی " اس عورت کو بھی کہتے ہیں جو گھر میں بیٹھ کر بازاری پیشہ کرے۔ پردہ نشین کسبی عورت۔ ملاحظہ ہو۔ " رئیس اللغات " [۲] " کوری " نئی اور غیر مستعمل کو بھی کہتے ہیں۔

[۳] " جواری " اگر جیم کو زبر پڑھی جائے تو اس کے ایک معنی بنتے ہیں " لڑکیاں " اور دوسرے معنی بنتے ہیں ستار کی گھوڑی "۔ اور اگر جیم کو پیش پڑھی جائے تو اس کے معنی ہوں گے " جوا کھیلنے والا "۔ گویا حضرت تھانوی
(بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

۵ : اب رسلیا کو دوسری کروٹ لٹائیے ۔ ــــــــــــــــــــــ (ادخال السنان ص ۶۰)

حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے خلاف احمد رضا خان صاحب کی تصانیف میں سے ایک تصنیف لطیف کا نام ہے "وقعات السنان الی حلق المسماۃ لبسط البنان" اگرچہ اس پر بھی کچھ مصلحتوں کی بنا پر بطور مصنف نام بریلویوں کے مفتی اعظم ہند ابن احمد رضا خان صاحب کے فرزند محمد مصطفےٰ رضا خان صاحب کا درج ہے۔ بہر حال یہ کارنامے بڑے حضرت کے ہوں یا چھوٹے حضرت کے ہمیں اس سے سروکار نہیں ہے۔

اب اسی کتاب سے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے بارے میں بریلویوں کے مجدد مأتہ حاضرہ" احمد رضا خان صاحب کے "ارشادات" ملاحظہ فرمائیے۔

۱ : " یہ اپنی دو شقی میں وہ تیسرا داخل کرکے " ــــــــــــــــــــــ (وقعات السنان ص ۲۵)

۲ : " اس کی دو شقی میں اس تیسرے کا دخول " ــــــــــــــــــــــ (ایضاً " ")

۳ : " تھانوی صاحب مسماۃ یہ تیسرا ابھی کیسا ہضم کرگئی " ــــــــــــــــــــــ (ایضاً " ص ۴۵)

۴ : " رسلیا والا بھی کیا یاد کرے گا کہ کسی کڑے سے پالا پڑا تھا " ــــــــــــــــــــــ (ایضاً " ص ۴۹)

کے متعلقین علمائے دیوبند کو "لڑکیوں" ، ستار کی گھوڑیوں" اور جوا کھیلنے والوں سے تشبیہ دی جارہی ہے۔ استغفر اللہ۔

لے "خوار" عربی زبان میں گائے "بکری" اور ہرن" کی آواز کو کہا جاتا ہے۔ گویا حضرت تھانوی رح کے متعلقین علمائے دیوبند کو "گائے" بکری" اور ہرن" کی طرح آواز نکالنے والا کہا جا رہا ہے۔ وجہ تشبیہ ظاہر ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

ھ "البوری" عربی زبان میں ایک قسم کی دریائی مچھلی کو کہتے ہیں جس کی جمع "بواری" ہے۔ گویا حضرت تھانویؒ کے متعلقین کو مچھلیوں سے تشبیہ دی گئی ہے، وجہ تشبیہ ظاہر ہے۔ کیونکہ مچھلی کی تعبیر عورتوں وغیرہ سے دی جاتی ہے اور اگر یہ لفظ "بوار" بمعنی فساد و ہلاکت کی طرف نسبت ہو تو پھر بھی معنی ظاہر ہیں۔ نعوذ باللہ۔

ٹھ ساری کتاب میں حضرت تھانوی قدس سرہٗ کو "عورت" بنا کر خطاب کرنے کے ساتھ ان پر دو طرح پڑھنے کا لفظ استعمال کرنا کیسی بے حیائی ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ❊

۵ : "اب وہ کھولوں جس سے مخالف چوندھیا کر پٹ ہو جائے اور آنکھ کھوٹے تو چوپٹ ہو جائے۔

(وقعات السنان ص ۶۹)

۶ : "وہ کہتی ہے میں یوں نہیں مانتی میری ٹھرائی پر آ ترد ...... دیکھوں تو اس میں تم میری فرزجہ گرہ کیسے کھولے لیتے ہو"۔ ——————— (ایضاً ص ۵۲)

۷ : "خصم کے کرتے وار کی گھبراہٹ میں سب کچھ تو ان کہی بول گئی"۔ ——— (ایضاً ص ۶۶)

۸ : "اب جو مسلمانوں نے آڑے ہاتھوں لیا چھکے چھوٹ گئے سینے ٹوٹ گئے تیور پھٹ گئے دم الٹ گئے۔ معاف کیجئے معاف کیجئے، آپ جیتے میں ہارا ع لب نازک سے صدا آنے لگی بس بس کی"۔

(ایضاً ص ۶۸)

۹ : "رسلیا کی چک پھیریاں تو گوہر کو بھی مات کر گئیں اب مسلمانوں کے چھلنے کو پھر کاوا کاٹتی ہے"۔

(ایضاً ص ۶۸)

۱۰ : "اف ری رسلیا تیرا بھولا پن! خون پونچھتی جا اور کہہ کہ خدا اچھوٹ کرے"۔ (ایضاً ص ۶۰)

مولانا محمد عارف سنبھلی، احمد رضا خان صاحب اور ان کی ذریت کی اس بازاری بلکہ فاحشانہ زبان پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

"اللہ و رسول اور قرآن پر ایمان لانے والے مسلمانو! تمہیں اسلامی شرم و حیا اور اخلاق محمدی کا واسطہ، اللہ کی بخشی ہوئی شرافت اور انسانیت کا واسطہ، ذرا سوچو اور بتاؤ کیا کوئی شریف آدمی ایسی مغلظات بک سکتا ہے؟ کیا تم نے آوارہ و بدچلن بازاریوں کے سوا کسی کا فرسے بھی ایسی شرمناک باتیں کبھی سنی ہیں؟ ——— لیکن یہ بریلویوں کے "اعلیٰ حضرت" "عظیم البرکت" اور ان کی ذریت کی پاکیزہ زبان ہے ——— کیا اس کا ایک ایک لفظ ان لوگوں کے کیرکٹر کی طرف کھلے اشارے نہیں کر رہا ہے؟

لہ یعنی حمل نہ ٹھہرے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مشہور حدیث ہے کہ اختلاف و نزاع کے موقع پر گالیاں بکنا اور بدزبانی کرنا منافقانہ خصلت اور نفاق کی علامت ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ "مومن بندہ فحش گو اور بدزبان نہیں ہوتا" (بریلوی فتنہ کا نیا روپ ص ۲۴۳)

ہم اس ظلم پر اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ ؎

قریب ہے یار روزِ محشر، چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر، لہو پکارے گا آستین کا

ایک فیصلہ کُن تجویز

عبارتِ "حفظ الایمان" پر مناظرہ سے احمد رضا خان صاحب اور ان کی ذریت کے فرار اور بارہا کی شکستِ فاش سے متعلق جو تفصیلات ہم نے پیش کی ہیں، ممکن ہے کہ بعض حضرات ان کو یک طرفہ بیان قرار دے کر ناقابلِ اعتماد قرار دینے کی کوشش کریں۔ ایسے حضرات کے اطمینانِ قلب کی خاطر یہ گزارش ہے کہ ہم خدامِ اکابر علمائے دیوبند، بریلوی حضرات کے ساتھ آج بھی ان تمام عبارات و مسائل پر فیصلہ کن مناظرہ کے لئے تیار ہیں جن کی بنیاد پر احمد رضا خان صاحب اور ان کی ذریت نے نہ صرف علمائے دیوبند بلکہ انہیں مسلمان سمجھنے والوں بلکہ ان کے کفر میں شک یا توقف کرنے والوں تک کو کافر قرار دیا ہے۔ تکفیر کے فیصلہ کے بعد دیگر فروعی مسائل پر بھی ہم فیصلہ کن مناظرہ کے لئے تیار ہیں۔

لیکن یہ یاد رہے کہ تفریحِ طبع اور دل لگی کی خاطر ہم قطعاً مناظرہ نہیں کرنا چاہتے۔ اگر مناظرہ سے مقصود صرف اور صرف امتِ مسلمہ میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنا اور فرقہ وارانہ اختلافات ختم کر کے مسلمانوں میں یگانگت و یک جہتی پیدا کرنا ہو تو چشم ماروشن دلِ ما شاد۔ وہ جب چاہیں ہم سے مناظرہ کر سکتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا "فیصلہ کن مناظرہ" چند مقامی علماء کے درمیان ممکن نہیں ہے۔ بلکہ اس قسم کے مناظروں سے انتشار اور خلفشار میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ اور دونوں فریق کے درمیان اختلافات کی خلیج مزید وسیع ہو جاتی ہے۔

لہٰذا ایسا "فیصلہ کن مناظرہ" منعقد کرنے کے لئے جس سے اختلافات ختم ہو کر ہمیشہ کے لئے آپس میں

کامل اخوت و بھائی چارہ اور مکمل اتحاد و اتفاق پیدا ہو جائے، ہم چند شرائط پیش کرتے ہیں۔

۱ : مناظرہ انفرادی طور پر چند علماء کے درمیان ہونے کی بجائے جماعتی سطح پر ہو [۱]

۲ : مناظرہ کے فیصلہ کے لئے پاکستان ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کے پانچ مسلمٔ فریقین ریٹائرڈ جج صاحبان کو جماعتی سطح پر "حکم" مقرر کیا جائے [۲]

۳ : ہر فریق متفقہ طور پر چیدہ چیدہ منتخب اور جیّد علمائے کرام کا نمائندہ بورڈ تشکیل دے جو مناظرہ کیلئے بیانات و جوابات تیار کرنے اور مناظرہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے سے متعلق تمام امور میں مکمل طور پر مجاز اور خود مختار ہو [۳]

۴ : مناظرہ تحریری ہو۔ ہر فریق کا نمائندہ بورڈ خوب اچھی طرح سوچ سمجھ کر اپنا بیان مرتب کرے پھر اس نمائندہ بورڈ کا ہر رکن اپنے تائیدی دستخط اس پر ثبت کرے۔ بعد ازاں اس بیان کی ایک ایک فوٹو کاپی حکم بننے والے ہر جج اور فریق مخالف کو روانہ کر دے [۴]

---

[۱] یہ شرط اس لئے لگائی گئی ہے تا کہ کسی بھی فریق کے کسی بھی ذمہ دار شخص کیلئے نتائج مناظرہ کو تسلیم کرنے سے فرار کا موقعہ نہ مل سکے۔

[۲] یہ شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ ان حضرات کو مدعی و مدعا علیہ کے بیانات سننے سمجھنے اور پھر ان کے درمیان فیصلہ کرنے کا طویل تجربہ حاصل ہوتا ہے۔

[۳] یہ شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ ظاہر ہے کہ کسی بھی فریق کے سارے ہی افراد تو مناظرہ میں براہ راست اور بلا واسطہ طور پر حصہ نہیں لے سکتے۔ اس لئے مناظرہ میں حصہ لینے کے لئے علماء کا ایک بورڈ بنانا ضروری ہے۔ لیکن یہ بورڈ اگر اپنے فریق کی طرف سے مکمل طور پر مجاز اور خود مختار نہ ہوگا تو پھر اس کی کاروائیاں دوسرے حضرات پر حجت نہ ہوں گی جس کے باعث اتحاد و اتفاق پھر عنقا ہو جائے گا۔

[۴] یہ شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ تقریری مناظرہ میں شکست خوردہ فریق کے لئے اپنے بیان سے منحرف ہو جانے کے مواقع بہت ہوتے ہیں۔

۵ : جن عبارات وغیرہ کی بنیاد پر تکفیر کی گئی ہے، ایسی تمام عبارات پر بحث مکمل ہو جانے کے بعد حکم حضرات اپنا فیصلہ سنائیں [۱]

۶ : حکم اپنا فیصلہ سنانے سے پہلے قرآن پاک ہاتھ میں لیکر یہ اعلان کریں کہ فقہ حنفی کے مطابق اصولِ تکفیر کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے پوری دیانت داری کے ساتھ یہ فیصلہ کیا ہے۔ فیصلہ کرنے میں کسی فرد یا جماعت کی رضا یا عدم رضا کا قطعاً خیال نہیں کیا گیا۔ اور اگر فیصلہ کرنے میں کسی فریق یا شخص کی جانبداری کا خیال کسی درجہ میں بھی رکھا گیا ہو تو اللہ تعالیٰ اپنا عبرتناک عذاب ایک ماہ کے اندر اندر ہم پر نازل فرمائے [۲]

۷ : حکم صاحبان اپنے فیصلہ کا اعلان لاہور کی بادشاہی مسجد یا کسی اور مقام کی مرکزی جامع مسجد میں کریں۔ اور مختصر ترین الفاظ میں ہر عبارت سے متعلق علیحدہ علیحدہ اپنا فیصلہ سنائیں۔ مثلاً یہ کہ فلاں عبارت کی بنیاد پر بریلوی حضرات کا علمائے دیوبند کو مسلمان سمجھنے والوں کو کافر قرار دینا شرعاً اصولِ تکفیر کے خلاف اور غلط ہے یا موافق اور درست۔ البتہ اس فیصلہ کے شواہد اور دلائل تفصیل سے بیان کئے جا سکتے ہیں۔

۸ : اس کے بعد حکم صاحبان کی زیر نگرانی فریقین کے تمام تحریری بیانات کا ایک ایڈیشن لفظ بلفظ مع فیصلہ شائع کر دیا جائے۔ اس پہلے ایڈیشن کی تیاری کے تمام اخراجات فریقین نصف نصف برداشت کریں۔ [۳]

---

[۱] یہ شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ صرف ایک عبارت پر بحث کی تکمیل کے بعد فیصلہ سنانے کی صورت میں وہ فریق جسکے خلاف فیصلہ ہوا ہے آئندہ مزید بحث کرنے سے منحرف ہو جائے اور اسطرح پھر مزید عبارات وغیرہ کا فیصلہ ہمیشہ کے لئے ناممکن ہو جائے۔

[۲] یہ شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ شکست خوردہ فریق کو حکم صاحبان پر جانبداری کا الزام لگانے کا موقع نہ مل سکے۔

[۳] یہ شرط اس لئے لگائی گئی ہے۔ کہ اس تاریخی مناظرہ کی روداد کا پہلا ایڈیشن مسلمہ حکم صاحبان کی زیر نگرانی شائع ہو جانے سے اس روداد مناظرہ کے اعتبار و استناد کا درجہ بہت بلند ہو جائے گا۔

ہماری فیصلہ کن تجویز کا متوقع انجام

بظاہر اسباب ہمیں اس بات کا یقین کامل ہے کہ ہماری اس فیصلہ کن تجویز کا حشر وہی ہو گا جو اسی نوعیت کی اس تجویز کا ہوا جو بریلویوں کے آج کل کے رازیٔ زماں غزالیٔ دوراں علامہ سعید احمد کاظمی صاحب نے ۱۶ اپریل ۱۹۶۳ کو ملتان میں ایک پریس کانفرنس کے اندر پیش کی تھی۔

روزنامہ "رہبر" بہاولپور کے نمائندہ سید مسعود احمد نقوی صاحب نے اس تجویز و اپیل اور اس کے رد عمل کے بارے میں ایک انٹرویو کاظمی صاحب سے لیا تھا جو روزنامہ "رہبر" کی ۱۶ اگست ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں صفحہ ۳ پر چھپا تھا۔ اس انٹرویو کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔ کاظمی صاحب نے دوران انٹرویو فرمایا۔

"محض ملک و ملت کی خیر خواہی کے پیش نظر بالکل غیر جانبدارانہ حیثیت سے میں نے بریلوی اور دیوبندی فرقوں کے علماء سے مخلصانہ اپیل کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ دونوں گروہ اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں اور مسائل فقہ میں دونوں کے درمیان کوئی بنیادی اور اصولی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ تو محض چند عبارات کی وجہ سے دیوبندی بریلوی مسلک خیال کے مسلمانوں[1] کے درمیان ایسے شدید اختلافات ختم ہو جانے چاہئیں جو اصولی اور بنیادی نوعیت اختیار کر گئے ہیں ——— ایسی صورت میں میری دلی خواہش یہ ہے کہ دیوبندی بریلوی ہر دو مسلک کے چند ایسے ممتاز علماء، جانبین کی طرف سے منتخب کئے جائیں جو اپنے اپنے گروہ کے مسلمہ نمائندے ہوں اور ان اختلاف میں ان کا فیصلہ

---

[1] کاظمی صاحب اس وقت تک متشدد بریلوی نہ تھے۔ جبھی تو دیوبندی حضرات کو مسلمان فرما رہے ہیں رہا حال کا معاملہ، تو کچھ نہ پوچھئے ؎ بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے۔

اپنی پوری جماعت کا فیصلہ قرار پائے .... اور وہ فیصلہ دونوں جماعتوں کا آخری اور حتمی فیصلہ تصور کیا جائے اور پھر اس کے بعد ان عبارات میں کوئی اختلاف فریقین کے درمیان باقی نہ رہے۔ اس طریقے سے تصفیہ ہو جانے کے بعد فرقہ وارانہ اختلافات اور مذہبی جھگڑے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے "

اس کے بعد کاظمی صاحب نے ایک سوال کے جواب میں اس تجویز اور اپیل کے ردعمل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

" علماء دیوبند میں سے صرف دو عالم مولانا خیر محمد صاحب جالندھری مہتمم خیر المدارس اور مولانا محمد شفیع صاحب مہتمم قاسم العلوم ملتان کا ایک مشترکہ بیان اخبارات میں شائع ہوا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم مولانا کاظمی کے بیان کا خیر مقدم کرتے ہیں ......

علماء بریلوی میں سے بعض حضرات نے میری اپیل کا خیر مقدم کیا اور بعض نے اختلاف کیا جس کا مجھے افسوس ہے "

اس کے بعد نقوی صاحب نے سوال کیا کہ " اس ردعمل کے بعد آپ نے کیا کیا "؟ کاظمی صاحب نے جواباً فرمایا کہ۔

" میں نے اس کے بعد یہ کیا کہ اپنی اپیل ایک مکتوب کی صورت میں طبع کرا کر تقریباً دو صد بریلوی علماء کی خدمت میں بھیجی، محض اس لئے کہ پہلے اپنے ہم خیال علماء کو ہموار کر لیا جائے اس کے بعد دیوبندی مکتب فکر کی طرف رجوع کیا جائے "

جن دو صد بریلوی علماء کو یہ تجویز اور اپیل مطبوعہ صورت میں بھیجی گئی تھی ان کے جوابات کے بارے میں کاظمی صاحب نے فرمایا

" مختلف قسم کے جوابات موصول ہوئے اور اسی وجہ سے میں دیوبندی حضرات سے دوبارہ کچھ نہ کہہ سکا .... اپنے ہم مسلک علماء کے اختلاف کی وجہ سے مجھے بے حد مایوسی ہوئی "

اس سوال کے جواب میں کہ آپ نے تنہا کیوں نہ یہ کام سرانجام دیا؟ کاظمی صاحب نے فرمایا۔

"میرا بذاتِ خود اس تصفیہ کے لئے پیش ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ اس سے قبل ان عبارات پر سینکڑوں مرتبہ طرفین کے جلیل القدر علماء، ذاتی اور انفرادی طور پر گفتگو کر چکے ہیں جس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ میری اپیل کا مقصد یہ تھا کہ یہ تصفیہ جماعتی حیثیت سے دونوں جماعتوں کے درمیان ہو اور اس کے بعد کسی گروہ کو اپنے منتخب اور نامزد نمائندہ علماء کے فیصلہ سے سرمو انحراف کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اور یہ بات میرے ذاتی اور انفرادی طور پر گفتگو کرنے سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے میں نے بذاتِ خود یہ اقدام نہیں کیا۔"

(روزنامہ "رهبر" بہاولپور، ص ۲ - ۱۶ اگست ۱۹۶۳ء)

کاظمی صاحب کی اس تجویز و اپیل کے خلاف بریلوی علماء کا ردِ عمل جس پر کاظمی صاحب بہت متاسف ہوئے اور علمائے دیوبند کے ساتھ مصالحت و تصفیہ کی بات چیت مزید نہ چلا سکے، ہمارے لئے قطعاً غیر متوقع نہیں ہے۔ کیوں کہ دیوبندی بریلوی اختلافات کے سلسلہ میں گزشتہ پون صدی سے زائد کی تاریخ ہمارے پیشِ نظر ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ بارہا علمائے دیوبند نے مصالحت و تصفیہ کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا لیکن احمد رضا خان صاحب اور ان کی ذریت نے اسے سختی کے ساتھ جھٹک دیا۔ اور جب بھی علمائے دیوبند نے متنازعہ فیہ عبارات پر بات چیت اور مناظرہ کی کوشش فرمائی احمد رضا خان صاحب اور ان کی ذریت نے علمائے دیوبند کی اس سعی و کاوش کو سبوتاژ کرنے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا اور ہر بار گریز و فرار کے دامن عافیت میں جا کر پناہ حاصل کی۔ جس کی کچھ مختصر سی روداد گزشتہ صفحات میں نظر نواز کی جا چکی ہے اور مکمل تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ اُس مقالہ میں پیش کی جائے گی جو "علمائے دیوبند کے ساتھ مصالحت و تصفیہ سے احمد رضا خان صاحب کا فرار" کے موضوع پر ہم تحریر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

چونکہ علمائے دیوبند کی صداقت و حقانیت دو اور دو چار کی طرح بالکل بدیہی اور آفتاب عالم تاب سے زیادہ واضح اور روشن ہے۔ اس لئے انہیں اپنی صداقت و حقانیت ثابت کرنے اور تمام

بے ہودہ الزامات سے اپنی صفائی اور برأت پیش کرنے کے لئے کسی بھی بڑی سے بڑی عدالت میں پیش ہونے میں کوئی ہچکچاہٹ یا کسی قسم کا تامل نہیں ہے ۔ ؏

آں را کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک

لیکن بریلوی علماء بخوبی جانتے ہیں کہ ہم نے علمائے دیوبند پر جو جو الزامات لگا کر ان کی بلکہ ان تمام مسلمانوں کی تکفیر کی ہے جو انہیں مسلمان سمجھتے ہیں، وہ سب الزامات کھلم کھلا بد دیانتی اور خیانت پر مبنی ہیں۔ اس لئے وہ مرعوب اور خوفزدہ ہیں کہ علماء دیوبند پر عائد کردہ اس قسم کے الزامات اگر خدانخواستہ شومئی قسمت سے کسی لیبارٹری یا امتحان گاہ میں تجزیہ کے لئے پہنچ گئے تو پھر ہماری ساری بد دیانتی اور خیانت طشت ازبام ہو جائے گی۔ اور پھر چھ سطری القابات والے "بزرگوں" کی خود ساختہ رفعت و عظمت کے سارے بت اس طرح پاش پاش ہوں گے کہ پھر تلاش بسیار کے بعد ان کے ذرات کا پتہ چلنا بھی دشوار ہوگا۔ اور مرعوب کن القابات کا لیبل اس طرح اترے گا کہ پھر اصل بھیانک صورت نمودار ہونے پر ان کے غلط پروپیگنڈے کا شکار ہر شخص پکار اٹھے گا کہ

رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۔

"اے رب ہمارے ہم کو انہی نے گمراہ کیا سو تو ان کو دے دونا عذاب آگ کا"

ان سارے حالات کے باوجود ہم پھر بھی اللہ رب العزت کی بارگاہ سے ناامید نہیں ہیں۔ اس لئے ہم نے یہ "فیصلہ کن تجویز" پیش کر دی ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ ان اختلافات کو ختم کرنے کی کوئی بہتر سبیل فراہم کر دیں اور ہم سب مسلمان بھائیوں میں کامل اخوت اور بھائی چارہ کی فضا پیدا فرما دیں۔ اور اس طرح ہم سب یکجان ہو کر اسلام کے کھلے دشمنوں، بے دینوں، ملحدوں اور دہریوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر نہ صرف اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو مزید سے مزید سربلند کریں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

بہرحال اگر بریلوی حضرات کو ہماری یہ "فیصلہ کن تجویز" منظور ہو تو پھر ان کی خدمت میں ہماری مودبانہ گزارش ہے کہ وہ برصغیر پاک و ہند کے بریلوی مکتب فکر کے تمام مدارس کے مہتمم، الشیخ الحدیث، مفتی، اور علوم عربیہ کے تمام مدرسین ———— جو تکفیر علمائے دیوبند کے

مسئلہ میں احمد رضا خان صاحب کے ساتھ متفق ہیں۔ اور ان کے علاوہ برصغیر پاک و ہند کے کسی بھی علاقہ سے تعلق رکھنے والے مشہور بریلوی حضرات خواہ ان کا تعلق سیاست سے ہو یا صحافت سے یا زندگی کے کسی دوسرے شعبہ سے، سب متفقہ طور پر اپنے اپنے دستخطوں کیساتھ جماعتی سطح پر "فیصلہ کن مناظرہ" کی منظوری دیں۔ اور پھر اپنے فرقہ کی طرف سے چیدہ چیدہ جید علماء کرام اور مناظرین کے ایک نمائندہ بورڈ کی متفقہ طور پر منظوری دیں۔ بعد ازاں ہماری پیش کردہ "فیصلہ کن تجویز" کی منظوری اور نمائندہ بورڈ کی تشکیل کے ناموں سے ہمیں مطلع فرمائیں۔ تاکہ بات آگے بڑھائی جا سکے۔

نوٹ "حفظ الایمان" کی متنازعہ فیہ عبارت سے متعلق رضاخانیوں کے اعتراضات کے جوابات معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

۱ : بسط البنان ــــــــ از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح ــــ
۲ : الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب ــــ " شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رح ــــ
۳ : توضیح البیان فی حفظ الایمان ــــ " رئیس المناظرین حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری رح ــــ
۴ : ترغیم حزب الشیطان بتصویب حفظ الایمان ــــ " علامہ ابو الرضا محمد عطاء اللہ قاسمی بہاری رح ــــ
۵ : نصرت آسمانی بر فرقۂ رضاخانی ــــ " حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی رح مدیر "ماہنامہ النجم" لکھنؤ
۶ : فتح بریلی کا دلکش نظارہ ــــ " حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم مدیر "الفرقان" لکھنؤ
۷ : صاعقۂ آسمانی حصہ اول ــــ " " " " " " "
۸ : فیصلہ کن مناظرہ ــــ " " " " " " "
۹ : عبارات اکابر حصہ اول ــــ " شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خانصاحب صفدر مدظلہ

وغیرہ وغیرہ، وما علینا الا البلاغ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ الہ واصحابہ وذریاتہ اجمعین

انوار احمد

ناظم اعلیٰ انجمن ارشاد المسلمین پاکستان ۔ ۱۴ر شوال المکرم ۱۴۰۰ھ : ۲۶ر اگست ۱۹۸۰ء

حکیم الامتؒ
حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ
کی حیاتِ مبارکہ پر ایک نظر

ولادت باسعادت

آپ کے والد "شیخ عبدالحق صاحبؒ" کی اولادِ نرینہ زندہ نہیں رہتی تھی۔ آپ کی خوشدامن صاحبہ نے حسرت بھرے لہجہ میں اس کا ذکر ایک مشہور صاحب خدمت مجذوب بزرگ حضرت حافظ غلام مرتضیٰ صاحب پانی پتی رحمہ سے کیا۔ جس پر حافظ صاحب رحمہ نے فرمایا۔

"انشاء اللہ اس کے دو لڑکے ہوں گے اور زندہ رہیں گے ایک کا نام "اشرف علی" رکھنا اور دوسرے کا نام "اکبر علی"۔"

چنانچہ حافظ صاحب کی پیش گوئی کے مطابق تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر، ہندوستان) ۱۲ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ: ۲۷ اگست ۱۸۶۳ء کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کی پیدائش ہوئی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد دوم ص ۹۳، (پنجاب یونیورسٹی لاہور)

نام و نسب

مجذوب بزرگ کی پیش گوئی کے مطابق "شیخ عبدالحق صاحبؒ" کے ہاں دو لڑکے پیدا ہوئے اور انہیں کے ارشاد کے مطابق بڑے صاحب زادے کا نام "اشرف علی" اور چھوٹے کا نام "اکبر علی" رکھا گیا۔ حضرت اقدس تھانوی رح ددھیالی اجداد کی طرف سے نسباً "فاروقی" تھے۔ اور ننھیالی اجداد کی طرف سے "علوی"۔

تعلیم و تربیت

آپ کے والد ماجد ایک مقتدر رئیس اور صاحب جائیداد آدمی تھے۔ میرٹھ کی ایک بڑی ریاست کے مختار عام بھی تھے۔ اور بڑے ہی صاحب فراست

تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے صاحب زادوں کی استعداد و صلاحیت کو بچپن ہی سے بھانپ لیا تھا۔ اور اسی بناء پر حضرت تھانوی قدس سرہٗ کو دینی تعلیم کی طرف لگا دیا تھا اور آپ کی تعلیم کے دوران والد ماجد کی خصوصی توجہات و عنایات آپ کی طرف مبذول تھیں۔

اساتذۂ کرام

حضرت حکیم الامت رحمۃ اپنے وقت کے مشہور و بلند پایہ اور جید علماءِ کرام سے تعلیم حاصل کی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم میرٹھ میں ہوئی۔ فارسی کی ابتدائی کتابیں آپ نے یہیں پڑھیں اور حافظ حسین علی صاحب مرحوم دہلوی سے کلامِ پاک حفظ کیا۔ پھر تھانہ بھون آکر حضرت مولانا فتح محمد صاحب رحمۃ (م ــــ) سے عربی کی ابتدائی اور فارسی کی متوسط کتابیں پڑھیں۔ اور اس کی سب انتہائی کتابیں اپنے ماموں واجد علی صاحب رحمۃ سے پڑھیں جو فارسی ادب کے کامل استاد تھے۔

پھر آخر ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ : نومبر ۱۸۷۸ء میں برصغیر کی سب سے بڑی دینی درس گاہ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور عربی کی بعض کتابیں حضرت مولانا منفعت علی صاحب رحمۃ (م ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء) سے پڑھیں۔ منطق و فلسفہ کی اکثر کتابیں اور فقہ و اصولِ فقہ کی بعض کتابیں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ (م ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء) سے۔ اور فقہ اور اصولِ فقہ کی اکثر اور حدیث شریف کی بعض کتب حضرت مولانا ملا محمود صاحبؒ (م ــــ) سے پڑھیں۔ فن ریاضی اور میراث کی کتابیں حضرت شیخ سید احمد دہلوی رحمۃ (م ــــ) سے۔ اور حدیث و تفسیر کی کتابیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ (م ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء) سے پڑھیں۔ قرأت کی مشق مشہور زمانہ قاری محمد عبداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ (م ــــ) سے فرمائی بمقام مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً۔

فراغت

۱۳۰۰ھ / ۲۱، ۱۸۸۳ء کے اواخر میں تمام علوم و فنون کی تکمیل فرما کر دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ آپ کی یہ فراغت صرف رسمی فراغت نہ تھی بلکہ آپ کو تمام کتابوں اور سب علوم و فنون میں کامل دستگاہ اور پوری مہارت و بصیرت حاصل تھی۔ چنانچہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ (م ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء) جب آخری سالانہ امتحان اور دستار بندی کے لئے دیوبند تشریف لائے تو حضرت شیخ الہند رحمۃ نے اپنے اس ہونہار طالب علم کی ذہانت و ذکاوت کی

بطور خاص مدح فرمائی۔

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے مشکل سوال کئے اور جوابات سن کر مسرور ہوئے۔ علوم نقلیہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ میں بھی آپ کو بڑی مہارت حاصل تھی۔ چنانچہ ایک بار تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا کہ

" میں سچی بات کیوں نہ کہوں؟ نہ میں متواضع ہوں نہ متکبر، الحمد للہ مجھے منطق میں مہارت حاصل ہے "

دیوبند میں جب کوئی آریہ یا عیسائی مناظر، مناظرہ کے لئے آتا تو آپ اس سے مناظرہ کرنے میں پیش قدمی فرماتے۔ اور براہین و دلائل کی ضرب سے اسے ایسا گھائل کر دیتے کہ اسے دُم دبا کر بھاگنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہتا۔ آپ کی اس نوعمری کی مناظرانہ تقریروں کو دیکھ کر رئیس المناظرین حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری رح فرمایا کرتے تھے کہ

" حضرت رح کو مناظرہ میں اس قدر کمال ہے کہ بڑے سے بڑا مناظر بھی نہیں ٹھہر سکتا "

اگرچہ بعد میں آپ کو رسمی مناظروں سے نفرت ہوگئی تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ

" جتنا شوق مجھے اس زمانہ (طالب علمی) میں مناظرہ کا تھا اب اس کی مضرتوں کی وجہ سے اتنی ہی نفرت ہے "

لیکن علوم نقلیہ و عقلیہ میں تمام تر مہارت و رسوخ کے باوجود تواضع کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت حکیم الامت کو یہ علم ہوا کہ دارالعلوم دیوبند میں دستار بندی اور تقسیم اسناد کے لئے ایک شاندار جلسہ منعقد ہو رہا ہے جس میں حضرت گنگوہی رح بھی شریک ہوں گے اور سندِ فراغت دے کر ہم فارغین دارالعلوم کی دستار بندی کی جائے گی تو آپ اپنے استادِ خاص حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رح کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا۔

" حضرت ہم نے سنا ہے کہ ہم لوگوں کی دستار بندی ہوگی اور سندِ فراغت دی جائے گی حالانکہ ہم ہرگز اس کے اہل نہیں، یہ تجویز منسوخ فرمائی جائے ورنہ اس میں مدرسہ کی بڑی بدنامی ہوگی کہ ایسے نالائقوں کو سند دی ہے "

صاحب بصیرت استاد نے جواباً فرمایا کہ۔

"تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ یہاں چونکہ تمہارے استاد موجود ہیں اس لئے ان کے سامنے تمہیں اپنی ہستی کچھ نظر نہیں آتی اور ایسا ہی ہونا چاہئے۔ باہر جاؤ گے تب تمہیں اپنی قدر معلوم ہو گی۔ جہاں جاؤ گے بس تم ہی تم ہو گے باقی سارا میدان صاف ہے۔"

یہ پیش گوئی کس طرح حرف بحرف پوری ہوئی؟ یہ ہم اور آپ سب کے سامنے ہے۔

ملازمت

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد صفر ۱۳۰۱ھ؛ دسمبر ۱۸۸۳ء میں اپنے والد ماجد اور اساتذہ کی اجازت کے ساتھ کانپور کے "مدرسہ فیض عام" میں بمشاہرہ ۲۵/۔ روپے "صدر مدرس" کی حیثیت سے تشریف لے گئے۔ تین چار ماہ کے قلیل عرصہ کے اندر تمام علماء و مدرسین میں آپ کے علم و فضل کا شہرہ ہوگیا۔ دوسری طرف آپ کے مواعظِ حسنہ اور تقاریر عامہ نے سارے کانپور کو حضرت اقدسؒ کا فریفتہ بنا دیا۔ حضرت حکیم الامتؒ کی شہرت و مقبولیت سے اہل مدرسہ نے فائدہ اٹھانا چاہا، اور حضرتؒ سے خواہش ظاہر کی کہ اپنے وعظوں اور تقریروں میں مدرسہ کے لئے چندہ کی اپیل بھی کر دیا کریں۔ حضرت حکیم الامتؒ چونکہ اس طرح چندہ مانگنے کو ناجائز اور غیرت دینی کے خلاف سمجھتے تھے۔ نیز فرماتے تھے کہ اس طرح وعظ کر کے چندہ کی اپیل کر دینے سے وعظ کا سارا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؒ اہل مدرسہ کی اس خواہش کی تکمیل کسی طرح نہ کر سکتے تھے اور نہ کی۔ جس پر اہل مدرسہ میں حضرت اقدسؒ کے بارے میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ آپ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے استعفاء دے دیا۔ اہل کانپور کو جب اس کا علم ہوا تو انہیں اس کا شدید صدمہ پہنچا اور انہوں نے حضرتؒ کی تنخواہ کا بندوبست کر کے محلہ ٹپکاپور کی "جامع مسجد" میں آپ کو درس و تدریس کے لئے بٹھا دیا۔ اس طرح آپ کے مبارک ہاتھوں سے وہاں ایک نئے مدرسہ کی بنیاد پڑ گئی۔ جس کا نام خود حضرت حکیم الامتؒ نے "جامع مسجد" کی مناسبت سے "جامع العلوم" رکھا جو آج تک بفضلہٖ تعالیٰ قائم ہے۔

حضرت حکیم الامتؒ کے اصولِ تعلیم

۱ : استاد کو محنت سے مطالعہ کر کے شاگرد کے سامنے سبق کو سہل ترین صورت میں پیش کرنا چاہئے۔

۲ : مشکل اور پیچیدہ مقام کو پہلے سہل ترین انداز میں شاگرد کو سمجھایا جائے۔ بعد ازاں اس مقام کا تعارف شاگرد سے کرایا جائے۔ اور اگر پہلے ہی یہ بتا دیا کہ یہ مقام اس کتاب کے مشکل ترین مقامات میں سے ہے تو طالب علم نفسیاتی طور پر اس سے مرعوب ہو جائے گا اور پھر سمجھنے میں دقت ہو گی۔

۳ : طلباء کے سامنے محض اظہارِ قابلیت کی خاطر زائد از ضرورت تقریر کرنے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔

۴ : ہفتہ واری تقریروں اور مناظروں سے بھی حضرتؒ کو شدید اختلاف تھا۔ فرماتے تھے کہ اس کی وجہ سے طلباء کی توجہ ہفتہ بھر ایک ہی موضوع تقریر و مناظرہ کی طرف لگی رہتی ہے اور اصل سبق میں اس سے شدید حرج واقع ہوتا ہے۔ اور فرماتے تھے کہ جب کتابیں اچھی طرح پڑھلی جائیں تو پھر تقریر و مناظر سب کچھ آجاتا ہے۔

۵ : فرماتے تھے کہ اگر طلباء تین باتوں کا التزام کرلیں تو علمی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔

ا : آئندہ سبق کا مطالعہ ضرور کریں۔ اور مطالعہ میں کتاب کا حل کرنا ضروری نہیں بلکہ معلومات اور مجہولات میں تمیز پیدا ہو جانی چاہئے۔

ب : استاد سے پڑھتے وقت بلا سمجھے ہوئے آگے نہ بڑھیں۔

ج : جب سمجھ جائیں تو بعد میں ایک بار خود اسی مطلب کی تقریر کرلیں۔

فرماتے تھے کہ استعداد پیدا کرنے کے لئے یہ تین چیزیں تو واجب ہیں اور ایک چیز درجۂ استحباب میں ہے اور وہ یہ کہ روزانہ پچھلے پڑھے ہوئے حصہ میں سے کچھ حصہ کا مطالعہ کر لیا کریں۔

بزرگانِ دین سے عقیدت و محبت

حضرت حکیم الامتؒ کو حضرات بزرگانِ دین اور اولیاء کرام سے خاص عقیدت و محبت تھی اور فرماتے تھے کہ

"بزرگوں کے ناموں سے بھی روح میں تازگی اور قلب میں نور پیدا ہوتا ہے"

بزرگانِ دین کے ذکرِ خیر کو اس درجہ نافع اور مفید سمجھتے تھے کہ "نزہۃ البساتین" کے نام سے

بزرگوں کی ایک ہزار حکایات کا مجموعہ شائع کرایا۔ اور بہت وثوق سے فرماتے تھے کہ۔

" بزرگانِ دین اور اولیاء کرام خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہیں اور ممکن نہیں کہ ان کے حالات پڑھے جائیں اور قلب میں محبت الٰہی پیدا نہ ہو "

خود اپنے متعلق بارہا فرمایا کہ۔

" نہ کبھی طالب علمی میں میں نے محنت کی، نہ اس طریق (تصوف) میں کبھی مجاہدات دریاضات کئے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے، سب اپنے حضرات اساتذہ و مشائخ کی دعا و توجہ اور میری طرف سے غایت درجہ ادب و عقیدت کا ثمرہ ہے "

بالخصوص اس وقت جب حضرت حکیم الامت رہ اپنے شفیق اساتذہ کے کمالات، ان کی علمی تحقیقات اور باطنی کیفیات کا ذکر فرماتے تو آپ پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی اور دیر تک یہی حال قائم رہتا اور آپ یہ شعر پڑھتے ؎

أُولٰئِكَ آبَائِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِمْ
إِذَا جَمَعَتْنَا يَا جَرِيرُ الْمَجَامِعُ

بزرگانِ دین اور اولیاء کرام سے عقیدت و محبت ہی کا نتیجہ ہے کہ حضرت حکیم الامت رہ اپنے دور کے تقریباً سب بڑے بڑے بزرگوں سے ملے ہیں اور ان سے دعا، اور توجہ اور لطف و عنایت کے ذریعہ استفادہ فرمایا ہے ؎

تمتع ز ہر گوشہ یافتم

چنانچہ قاری محمد عبدالرحمٰن صاحب انصاری محدث پانی پتی رہ سے ملاقات کے سلسلہ میں قاری عبدالحلیم صاحب انصاری رہ رقمطراز ہیں۔

" جب مولانا تھانوی مدرسہ جامع العلوم کانپور کے صدر مدرس تھے تو مولانا کو اطلاع ہوئی کہ حضرت (قاری عبدالرحمٰن صاحب رہ) گاڑی تبدیل کریں گے۔ مولانا (تھانوی) یہ خبر پاتے ہی اسٹیشن پر پہنچے اور حجل حدیث شاہ ولی اللہ رہ حضرت کو سنا کر آپ سے سند حاصل کی "
(تذکرہ رحمانیہ ص ۸۰، ۹۱)

اسی طرح دو بار آپ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دوسری حاضری میں حضرت رہ سے حدیث کی دعاؤں کی مشہور کتاب " حصن حصین " بھی سبقاً سبقاً پڑھی۔ نیز حضرت حکیم الامت رہ نے بوقت رخصت عرض کیا کہ

" حضرت ! تبرکاً حدیث شریف کی بھی اجازت دے دیجئے "

حضرت گنج مراد آبادی رہ نے جواباً ارشاد فرمایا " ہاں جی اجازت ہے " نیز یہ بھی فرمایا کہ

" اجی آیا کرو اور کبھی کبھی کچھ سنا جایا کرو "

حضرت تھانوی رہ نے جب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رہ کی خدمت میں جانے کا ارادہ فرمایا تو اس وقت حضرت گنج مراد آبادی رہ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا کہ

" دعا کیجئے کہ جس مقصد کے لئے جاتا ہوں اللہ تعالےٰ اس میں کامیابی عطا فرمادے "

تو حضرت رہ نے اسی عریضہ کے ایک گوشہ پر یہ عبارت تحریر فرمادی :

" از فضل رحمٰن ۔ سلام علیکم ۔ دعائے خیر نمودم "

نیز اسی دوسری دفعہ کی حاضری میں حضرت مولانا گنج مراد آبادی رہ نے حضرت حکیم الامت رہ کو خلوت اور تنہائی کا وقت دے کر اس میں مختلف قسم کی باتیں فرمائیں۔ اسی دوران ایک اور شخص اندر چلا آیا تو آپ نے اس کو بہت ڈانٹا اور ناراض ہو کر فرمایا کہ

" بڑے بے تمیز ہو منہ اٹھائے چلے آرہے ہو۔ یہ نہیں دیکھتے کہ موقع ہے یا نہیں ؟ یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی خاص بات کر رہا ہے " (از نسیل المرادفی السفر الی گنج مراد آباد)

بخوف طوالت انہی دو واقعات پر اکتفا کیا جاتا ہے مزید واقعات اور تفصیلات کیلئے " اشرف السوانح " کے باب دوازدہم کا مطالعہ کرنا چاہیئے جس کا موضوع ہی " لقائے بزرگان و دعائے بزرگان " ہے۔

مزارات پر حاضری

حضرت حکیم الامت رہ کی بزرگوں کے ساتھ حد درجہ عقیدت و محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے بہت سے اکابر اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری دی۔ چنانچہ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی رہ کے مزار مبارک پر

تشریف لے گئے اور وہاں سے واپسی پر ریاست پٹیالہ میں ان مقامات کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے جہاں بر بنا کشف بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزارات ہیں۔

نیز جب علاج کی خاطر آپ نے لاہور کا سفر فرمایا تو سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش ؒ کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے اور فاتحہ سے فراغت کے بعد فرمایا کہ

" حضرت داتا گنج بخش ؒ بہت بڑی شخصیت ہیں۔ عجیب رعب ہے وفات کے بعد بھی سلطنت کر رہے ہیں "

نیز قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند رقمطراز ہیں۔

" حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وفات سے تقریباً دو سال قبل دانت درست کرانے کے لئے لاہور تشریف لے گئے تو واپسی سے ایک دن قبل لاہور کے قبرستانوں کی زیارت کے لئے بھی نکلے۔ سلاطین کی قبروں پر بھی گئے اور مساکین کی قبریں بھی دیکھیں۔ فاتحہ پڑھی ایصال ثواب کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچ کر دیر تک مراقب رہے۔ وصل صاحب مرحوم بلگرامی ساتھ تھے اور انہوں نے ہی یہ واقعہ مجھ سے تھانہ بھون میں بیان فرمایا تھا کہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے لوٹتے ہوئے حضرت (تھانوی مرحوم) نے فرمایا کہ

" یہ تو کوئی بہت بڑے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے ہزارہا ملائکہ (فرشتوں) کو ان کے سامنے صف بستہ دیکھا "

اور یہ بھی فرمایا کہ۔

" سلاطین کے مزاروں پر پہنچا تو انہیں مساکین کی صورت میں دیکھا کہ جیسے ان کا کوئی پرسان حال نہ ہو، اور مساکین کو سلاطین کی صورت میں پایا "

(عالم برزخ کے احوال و مقامات ص ۱۰۱)

نیز آپ نے اسی سفر میں حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر بھی حاضری دی۔

بیعت و سلوک چونکہ حضرت حکیم الامت رح کی پیدائش ایک مشہور اور صاحب خدمت مجذوب کی دعاؤں کا نتیجہ تھی۔ اس لئے پیدائشی طور پر آپ میں عشقِ الٰہی کی حرارت شعلہ زن تھی۔

ایک بار قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ کسی ضرورت سے دیوبند تشریف لائے تو حضرت حکیم الامت رح ایک ہی نظر میں گھائل ہو گئے۔ اشتیاق سے مصافحہ کے لئے آگے بڑھے، شوق نے بے قابو کر دیا تھا، بے اختیار پاؤں پھسل گیا حضرت گنگوہی رح نے تھام لیا۔ حضرت حکیم الامت رح اس وقت تک بیعت اور اس کی حقیقت سے ناآشنا تھے مگر کشش اس بلا کی ہوئی کہ بیعت کی درخواست کر ہی دی۔ حضرت گنگوہی رح نے دورانِ تعلیم میں اس کو مناسب نہ سمجھا اور انکار فرما دیا۔ لیکن حضرت حکیم الامت رح کے قلب میں یہ خیال بصورتِ حسرت برابر پرورش پاتا رہا۔ اور جب ۱۲۹۹ھ میں حضرت گنگوہی رح عازمِ حج ہوئے تو خود ہی انہیں کے ذریعہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رح کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا کہ۔

"آپ مولانا سے فرما دیں کہ مجھ کو بیعت کر لیں"

لیکن جواب میں حضرت حاجی صاحب رح نے خود ہی غائبانہ طور پر بیعت فرما لیا۔ اس وقت حضرت حکیم الامت رح کی عمر ۱۹ سال تھی۔

گو آپ کی بیعت حضرت حاجی صاحب رح سے ہو گئی تھی مگر چونکہ اوّلاً آپ نے حضرت گنگوہی رح سے بیعت کی درخواست کی تھی اس لئے تازیست ان کے ساتھ اپنے شیخ جیسا سلوک فرماتے رہے اور علمی و دینی مشکلات میں آپ ہی کی طرف رجوع فرماتے رہے۔ حضرت گنگوہی رح سے آپ کو انتہائی عقیدت و محبت تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ۔

"میں نے ایسا جامع ظاہر و باطن بزرگ کوئی نہیں دیکھا۔ اور لوگوں کے ساتھ تو میری عقیدت استدلالی ہے اور مولانا (رشید احمد صاحب گنگوہی رح) کے ساتھ غیر استدلالی۔ دلائل سوچنا بھی خلاف ادب سا معلوم ہوتا ہے"

حضرت حاجی صاحب رح نے بیعت فرمالینے کے بعد آپ کے والد ماجد کو کہلا بھیجا کہ

"تم حج کو آؤ۔ اور جب آؤ تو اپنے بڑے لڑکے کو لیتے آؤ"

شوال ۱۳۰۱ھ میں جب کہ حضرت حکیم الامت رح کانپور کے اندر اشاعتِ علوم میں مصروف تھے، سفرِ حج کے سامان پیدا ہوگئے۔ حضرت والا اپنے والد ماجد کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت حاجی صاحب سے دست بدست بیعت سے مشرف ہوئے۔ حج سے فراغت کے بعد حضرت حاجی صاحب رح نے فرمایا کہ "تم میرے پاس چھ مہینے رہ جاؤ"

لیکن حضرت والا کے والد ماجد نے مفارقت گوارا نہ کی اس لئے حضرت حاجی صاحب رح نے پھر فرمایا کہ

"والد کی اطاعت مقدم ہے۔ اس وقت چلے جاؤ، پھر دیکھا جائے گا"

حضرت حکیم الامت رح وطن واپس پہنچ کر مصروف درس و تدریس اور مشغول تقریر و تحریر ہوگئے۔ ۱۳۱۰ھ میں دوبارہ حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں مکہ معظمہ تشریف لے گئے تقریباً چھ ماہ قیام فرمایا۔ اس چھ ماہ کے قلیل عرصہ ہی میں حضرت حاجی صاحب رح نے آپ کو اخذ بیعت کی اجازت عطا فرمائی اور اپنا خلیفۂ خاص بناکر منصب ارشاد و تلقین پر متمکن فرمایا۔ اس کے بعد واپسی کی اجازت چاہی۔ حضرت حاجی صاحب رح نے بکمال شفقت آپ کو ہندوستان واپس جانے کی اجازت دی اور ساتھ ہی دو وصیتیں فرمائی۔

۱ : "دیکھو میاں اشرف علی ہندوستان پہنچ کر تم کو ایک حالت پیش آئے گی عجلت مت کرنا۔"

۲ : "کبھی "کانپور" کے تعلق سے دل برداشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ تعلق نہ کرنا۔ توکل بخدا "تھانہ بھون" جاکر بیٹھ جانا"

ان وصیتوں اور باطنی دولت کو لے کر حضرت حکیم الامت رح ۱۳۱۱ھ میں وطن واپس لوٹے۔

مستقل قیام تھانہ بھون

حضرت حکیم الامت رح "مکہ معظمہ" سے ہندوستان واپس آکر پھر مدرسہ جامع العلوم کانپور میں مصروف درس و تدریس ہوگئے۔

اس دوران ذکر و شغل بھی مسلسل جاری رہا جس کا یہ اثر ہوا کہ آپ کو تعلقات سے وحشت پیدا ہونا شروع ہوئی۔ اور دن بدن اس میں ترقی ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ کانپور جیسے محبوب مقام اور اپنے قائم کردہ مدرسہ

اور درس و تدریس سے بھی دل برداشتہ ہو گئے اور حضرت شیخ رح کی یہ نصیحت یاد آئی کہ

"کبھی کانپور" کے تعلق سے دل برداشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ تعلق نہ کرنا، توکل بخدا "تھانہ بھون" جا کر بیٹھ جانا"۔

اس لئے ۱۳۱۴ھ کے ختم پر ٹھان لی کہ "خانقاہِ امدادیہ" تھانہ بھون کو جو کسی وقت "دوکانِ معرفت" کہلاتی تھی اپنا مستقل مسکن بنایا جائے۔

لیکن کانپور کے فریفتہ و گرویدہ لوگوں سے کس طرح اجازت حاصل کی جائے۔ اس کے لئے آپ نے خدا داد فراست سے کام لیا۔ اتفاقاً ان دنوں مدرسہ کی مالی حالت خراب تھی۔ اس لئے اس بہانہ پہلے تو آپ تنخواہ لینے سے دستبردار ہو گئے، بعد ازاں اپنی جگہ مولوی اسحاق صاحب بردوانی کو مدرس اول بنا دیا اور خود برائے نام سرپرستی قبول فرمائی۔ اس طرح حسن تدبیر سے مدرسہ کو ہر قسم کے حرج اور نقصان سے بچاتے ہوئے اہلِ کانپور سے کچھ روز آرام کرنے کا عذر پیش کر کے آخر صفر ۱۳۱۵ھ میں کانپور سے تھانہ بھون تشریف لے گئے یہاں پہنچ کر حضرت حاجی صاحب رح کو اپنے عزم و ارادہ سے مطلع فرمایا۔ تو حضرت حاجی صاحب رح نے جواباً تحریر فرمایا کہ۔

"بہتر ہوا کہ آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے۔ امید ہے کہ آپ سے خلائقِ کثیرہ کو فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا۔ اور آپ ہمارے مدرسہ و مسجد کو از سرِ نو آباد کریں گے۔ میں ہر وقت آپ کے حال میں دعا کرتا ہوں اور خیال رہتا ہے"۔ (۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ)

ادھر مدرسہ کانپور کے حالات وقتاً فوقتاً دریافت فرماتے رہے اور ہدایات دیتے رہے تاکہ اہلِ کانپور کو ترکِ تعلق کا گمان نہ ہو۔ مگر جب دیکھا کہ مدرسہ کی مشین ٹھیک نہج پر چل رہی ہے اور اظہارِ عزم سے اس میں خلل کا اندیشہ نہیں تو اہلِ کانپور کے سامنے آپ نے تھانہ بھون میں مستقل قیام کے عزم کا اظہار فرما دیا۔ اور پھر تا دمِ واپسیں آپ نے تھانہ بھون ہی کو اپنا مستقل مسکن بنائے رکھا۔ اور حضرت حاجی صاحب رح کی پیش گوئی کے مطابق حضرت حکیم الامت رح کی تحریر و تقریر اور زبان و قلم سے "خلائقِ کثیرہ کو فائدہ ظاہری و باطنی" پہنچا۔ آپ کی طرف خلقِ خدا کا رجوع اس کثرت سے ہوا جس کا حد و شمار نہیں۔ آپ کے پاس اس کثرت سے لوگوں کی آمد و رفت ہوئی کہ حکومت وقت

کو تھانہ بھون میں ریل گاڑیوں کے لئے ایک اسٹیشن تعمیر کرنا پڑا۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تصانیف و آثار علمیہ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت رح کی تصانیف و آثار علمیہ کے بارے میں حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی رح (م ۱۳۷۳ھ ۱۹۵۳ء) رقمطراز ہیں۔

" حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و دینی فیوض و برکات اس قدر مختلف الانواع ہیں کہ ان کا احاطہ ایک مختصر سے مضمون میں نہیں ہوسکتا ، اور یہی ان کی جامعیت ہے جو ان کے اوصاف و محامد میں سب سے اول نظر آتی ہے ۔

وہ قرآن پاک کے مترجم ہیں ، مجود ہیں ، مفسر ہیں ـــــ اس کے علوم و حِکم کے شارح ہیں ـــــ اس کے شکوک و شبہات کے جواب دینے والے ہیں ـــــ وہ محدث ہیں احادیث کے اسرار و نکات کے ظاہر کرنے والے ہیں ـــــ وہ فقیہ ہیں ہزاروں فقہی مسائل کے جوابات لکھے ہیں ـــــ نئے سوالوں کو حل کیا ہے ـــــ نئی چیزوں کے متعلق انتہائی احتیاطوں کے ساتھ فتوے دیئے ہیں ـــــ وہ خطیب تھے ، خطب ماثورہ کو یکجا کیا ہے ـــــ وہ واعظ تھے ، ان کے سینکڑوں وعظ چھپ کر عام ہو چکے ہیں ـــــ وہ صوفی تھے تصوف کے اسرار و غوامض کو فاش کیا ہے ـــــ شریعت و طریقت کی ایک مدت کی جنگ کا خاتمہ کر کے دونوں کو ایک دوسرے سے ہم آغوش کیا ہے ـــــ ان کی مجلسوں میں علم و معرفت اور دین و حکمت کے موتی بکھیرے جاتے تھے ، اور یہ موتی جن گنجینوں میں محفوظ ہیں وہ ملفوظات ہیں ، جن کی تعداد بیسیوں تک پہنچی ہے ـــــ وہ ایک مرشد کامل تھے ، ہزاروں مسترشد و مستفید ان کے سامنے اپنے احوال و واردات پیش کرتے تھے اور وہ ان کے تسکین بخش جوابات دیتے تھے اور ہدایات بتاتے تھے جن کا مجموعہ " تربیۃ السالک " ہے ـــــ انہوں نے بزرگوں کے احوال و کمالات کو یکجا کیا اور اس ذخیرہ سے سب کو آشنا

کیا، ان کی متعدد کتابیں اس مضمون پر ہیں ــــ انہوں نے حضراتِ چشت کے احوال و اقوال میں سے بظاہر اعتراض کے قابل باتوں کی حقیقت ظاہر کی اور ان کی تاویلات کیں ــ ــ ان کی کتابوں کے خلاصے، اقتباسات اور تسہیلات ان سے الگ ہیں جن کی ترتیب ان کے مسترشدین نے کی ہے ــــ وہ مصلحِ امت تھے، امت کے سینکڑوں معائب کی اصلاح کی، رسوم و بدعات کی تردید، اصلاحِ رسوم، اور انقلابِ حال پر متعدد تصانیف کیں ــــ وہ حکیمِ امت تھے، مسلمانوں کے علاج اور نشاۃ و احیاء پر "حیوٰۃ المسلمین" وغیرہ رسائل تالیف فرمائے۔

غرض ان کی زندگی میں مسلمانوں کی کم کوئی ایسی مذہبی ضرورت ہوگی جس کا مداوا، اس حکیم الامت رح نے اپنی زبان اور قلم سے نہیں فرمایا اور جس کی وسعت کا اندازہ تحقیق اور مطالعہ کے بعد ہی نظر میں آسکتا ہے ــــ ان کی تصنیفات ہندوستان کے پورے طول و عرض میں پھیلیں اور ہزاروں مسلمانوں کی صلاح و فلاح کا باعث ہوئیں ــــ اردو اور عربی کے علاوہ مسلمانوں نے اپنے ذوق سے ان کی متعدد تصانیف کا ترجمہ غیر زبانوں میں بھی کیا۔ چنانچہ ان کی متعدد کتابوں کے ترجمے انگریزی، بنگالی، گجراتی اور سندھی میں شائع ہوئے ــــ ان کی تصانیف کی تعداد جن میں چھوٹے بڑے رسائل اور ضخیم تصانیف سب داخل ہیں آٹھ سو[1] کے قریب ہے۔ ۱۳۵۴ھ میں ان کے ایک خادم مولوی عبدالحق صاحب فتحپوری رح نے ان کی تصانیف کی ایک فہرست شائع کی تھی جو بڑی تقطیع کے پورے ۸۶ صفحوں کو محیط ہے اس کے بعد نو برسوں میں جو رسائل یا تصانیف ترتیب پائیں وہ ان کے علاوہ ہیں ــــ

کہا جاتا ہے کہ ہر صدی کا مجدد اپنی صدی کے کمالات کا اعلیٰ نمونہ ہوتا ہے، اگر یہ سچ ہے تو یہ صدی جو مطبوعات و منشورات کے کمالات سے مملو ہے، اور جس کا اہم کارنامہ خواہ حق کے

---

[1] ایک اندازہ کے مطابق کل تصنیفات کی تعداد تیرہ ۱۳ سو سے متجاوز ہے۔ (عباراتِ اکابر حصہ اول ص ۱۸۵)

اثبات واظہار میں ہو یا باطل کی نشر واشاعت میں، پریس اور مطبع ہی کے برکات ہیں۔ زبان وقلم اس صدی کے مبلغ ہیں اور رسائل ومنشورات دعوت کے صحیفے ہیں۔ اس بنا پر مناسب تھا کہ اس صدی کے مجدد کی کرامات بھی انہیں کمالات میں جلوہ گر ہوں۔

علمائے اسلام میں ایسے بزرگوں کی کمی نہیں جن کی تصانیف کے اوراق ان کی زندگی کے ایام پر بانٹ دیئے جائیں تو اوراق کی تعداد زندگی کے ایام پر فوقیت لے جائے۔ امام ابن جریر طبریؒ، حافظ خطیب بغدادیؒ، امام رازیؒ، حافظ ابن جوزیؒ، حافظ سیوطیؒ وغیرہ متعدد نام اس سلسلہ میں لئے جا سکتے ہیں، ہندوستان میں اس سلسلہ کا اخیری نام مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ کا ہے۔"

چند مشہور تصانیف

۱ : تفسیر بیان القرآن : یہ تفسیر بارہ جلدوں میں ہے۔ تفسیر میں روایاتِ صحیحہ اور اقوالِ سلفِ صالحین کا التزام کیا گیا ہے۔ فقہی اور کلامی مسائل کی توضیح کی گئی ہے۔ شکوک وشبہات کا ازالہ کیا گیا ہے اور دیگر بہت سی اہم خصوصیات کی حامل ہے جن کا اندازہ اہلِ علم مطالعہ کے بعد ہی لگا سکتے ہیں۔

۲ : سبق الغایات فی نسق الآیات : اس میں قرآن پاک کی آیات وسور کے درمیان ربط بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے۔

۳ : التقصیر فی التفسیر : اس میں تفسیر، تاویل اور تحریف کی حقیقت کو خوب اچھی طرح اجاگر کیا گیا ہے۔

۴ : اعمالِ قرآنی وخواص فرقانی : اس میں آیاتِ قرآنیہ کے خواص بیان کئے گئے ہیں تاکہ لوگ غیر شرعی اور ناجائز تعویذ گنڈوں اور سفلی عملیات سے بچ کر صحیح اور جائز عملیات کی طرف رجوع کریں۔

۵ : التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف : اس میں ان احادیث کی تحقیق ہے جو صوفیائے کرام کی کتابوں اور ان کے کلام میں پائی جاتی ہیں اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ حدیث اصول حدیث کی رو سے کس درجہ کی ہے اور حدیث کی کس کتاب میں ہے۔

۶ : حقیقۃ الطریقہ : اس کتاب میں تین سو تیس احادیث سے سلوک و تصوف کے مسائل کو مستنبط کیا ہے
دس ابواب پر منقسم ہے۔

۷ : امداد الفتاویٰ : یہ حضرت حکیم الامتؒ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو تکملہ سمیت سات ضخیم جلدوں میں
شائع ہوا ہے۔

۸ : بہشتی زیور : یہ دس جلدوں میں ہے۔ اگرچہ یہ کتاب عورتوں کی ضروریات کے لئے لکھی گئی ہے مگر اس
میں اسلامی معلومات کا مکمل ذخیرہ ہے اور پیدائش سے لیکر موت تک پیش آنیوالے تمام مسائل اس میں
درج ہیں۔ اور مردوں کو پیش آنے والے مسائل کے لئے اس کا گیارہواں حصہ بنام "بہشتی گوہر" تالیف
فرمایا۔ اب تک اس کے سینکڑوں ایڈیشن پاک و ہند میں شائع ہو چکے ہیں اور انگریزی ترجمہ بھی۔

علالت و رحلت

وفات سے تقریباً پانچ برس پہلے علالت شروع ہوئی جو بتدریج بڑھتی گئی
اتباع سنت میں علاج بدستور جاری رہا لیکن ؏
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی صاحبؒ آپ کی علالت و رحلت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

"محفل دوشیں کا وہ چراغ سحر جو کئی سال سے ضعف و مرض کے جھونکوں سے بجھ بجھ کر سنبھل جاتا تھا بالآخر ۸۲ سال ۳ ماہ ۱۰ روز جل کر ۱۶[1] رجب ۶۲ ۱۳ ھ کی شب کو ہمیشہ کیلئے بجھ گیا۔

داغ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

یعنی حکیم امت، مجدد طریقت، شیخ الکل حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے
مرض ضعف و اسہال میں کئی ماہ علیل رہ کر ۱۹، اور ۲۰ جولائی کی درمیانی شب کو ۱۰ بجے

---

[1] ۱۶ و ۱۷ رجب ۶۲ ۱۳ ھ : ۱۹، و ۲۰ جولائی ۴۳ ۱۹ ء کی درمیانی شب۔ ۱۲۔

نمازِ عشاء کے وقت اس دارِ فانی کو " الوداع " کہا ۔ اور اپنے لاکھوں معتقدوں اور مریدوں اور مستفیدوں کو غمگین و مہجور چھوڑا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

اب اس دور کا بالکلیہ خاتمہ ہوگیا جو حضرت شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رح، مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رح ۔ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح ۔ مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی رح کی یادگار تھا ـــــ اور اس دور کا وہ آخری فرد بھی چل بسا جس کی ذات میں حضرات چشت رح اور حضرت مجدد الف ثانی رح اور حضرت سید احمد شہید بریلوی رح کی نسبتیں یک جا تھیں ـــــ جس کا سینہ چشتی ذوق و عشق اور مجددی سکون و محبت کا مجمع البحرین تھا ـــــ جس کی زبان شریعت و طریقت کی وحدت کی ترجمان تھی ـــــ جس کے قلم نے فقہ و تصوف کو ایک مدت کی ہنگامہ آرائی کے بعد باہم ہم آغوش کیا تھا ـــــ اور جس کے فیض نے تقریباً نصف صدی تک اللہ تعالیٰ کے فضل و توفیق سے اپنی تعلیم و تربیت اور تزکیہ و ہدایت سے ایک عالم کو مستفید بنا رکھا تھا ـــــ اور جس نے اپنی تحریر و تقریر سے حقائقِ ایمانی، دقائقِ فقہی اسرارِ احسانی اور رموزِ حکمتِ ربانی کو برملا فاش کیا تھا ـــــ اور اسی لئے دنیا نے اس کو حکیم الامت کہہ کر پکارا ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس اشرفِ زمانہ کے لئے یہ خطاب عینِ حقیقت تھا " (ماہنامہ " معارف " اعظم گڑھ : اگست ۱۹۴۳ء)

بہرحال حضرت حکیم الامت مجدد الملت رح کی وفات حسرت آیات ملت اسلامیہ کا بہت بڑا نقصان ہے جس کی تلافی بظاہر اسباب ناممکن ہے ؎

وَمَا کَانَ قَیْسٌ ھُلْکُہٗ ھُلْکَ وَاحِدٍ
وَلٰکِنَّہٗ بُنْیَانُ قَوْمٍ تَھَدَّمَا

" یعنی قیس کا مرنا صرف ایک شخص کا مرنا نہیں بلکہ ایک قوم کی بنیاد تھی جو منہدم ہوگئی "

تدفین

اس جانکاہ حادثہ کی اطلاع ہوا کی طرح پھیلی اور برق بن کر عشاق کے قلوب پر گری ـــــ اور لاکھوں عقیدت مند و شیدائی صبح ہوتے ہی تھانہ بھون پہنچنا شروع ہوگئے

دہلی اور دوسرے بڑے بڑے شہروں سے اسپیشل ٹرینیں ہزارہا سوگواروں کو لے کر آئیں۔ لاکھوں سوگوار عقیدت مندوں کے کاندھوں پر حضرت حکیم الامت مجدد الملت رحؒ کا مبارک جنازہ اٹھا ؎

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھی گئی اور پھر آپ ہی کے وقف کردہ تکیہ میں جس کا تاریخی نام "قبرستان عشق بازاں" تھا۔ آپ کے جسم مبارک کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

رَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً وَّأَفَاضَ عَلَيْهِ شَآبِيْبَ رَحْمَتِهٖ وَرِضْوَانِهٖ۔

؎ سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے　　　آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے

چونکہ تفصیل کی گنجائش نہیں ہے اس لئے انہیں معروضات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ باقی رہا تفصیل کا معاملہ تو وہ ...... ؎ کبھی فرصت سے سن لینا بڑی ہے داستاں میری

نوٹ : یہ تمام سوانحی مضمون حضرت مولانا حافظ عبدالرشید صاحب ارشد کی مرتب کردہ کتاب "بیس بڑے مسلمان" سے مقتبس ہے۔ اگر کوئی بات کسی دوسرے ماخذ سے لی گئی ہے تو اس کا حوالہ ساتھ ہی دے دیا گیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آلہ و

اصحابہٖ اجمعین

انوار احمد

ناظم اعلیٰ انجمن ارشاد المسلمین پاکستان

۱۷ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ : ۲۹ اگست ۱۹۸۰ء

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی ترمیم کے مطابق،

مُعنوَن، مُحشّٰی اور تسہیل شدہ نُسخہ

حفظ الایمان

عَنِ الزَّیغ وَالطُّغیان

سجدۂ تعظیمی، غیر کعبۃ اللہ کے طواف اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اطلاقِ "عالم الغیب" کے بارے میں مُفصّل اور مُدلّل بیان

مُصنّفہ

حکیم الامّۃ مُجدِّد الملّۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قُدِّسَ سِرُّہٗ

المتوفیٰ ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء

ناشر

انجمن ارشاد المسلمین

۶-بی، شاداب کالونی؛ حمید نظامی روڈ، لاہور

حفظ الایمان عن الزیغ والطغیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال

کیا فرماتے ہیں حامیانِ دین وناصرانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ۔

۱ : زید کہتا ہے کہ۔

" سجدہ کی دو قسمیں ہیں۔ تعبدی اور تعظیمی۔ تعبدی اللہ تعالےٰ کے ساتھ مختص ہے، اور تعظیمی کسی کے ساتھ مختص نہیں، لہٰذا تعظیماً سجدۂ قبور جائز ہے۔"

۲ : اور کہتا ہے کہ

" طوافِ قبور جائز ہے۔ دلیلِ جواز حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کا مقولہ ہے،

" وبعدہٗ ہفت کرۃ طواف کند و دراں تکبیر بخواند وآغاز از راست کند بعدہ طرف پایاں رخسارہ نہد۔ انتہیٰ " (انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، ص ۱۰، سطر ۱۲، بیان ذکر کشف قبور)

اس سے طواف اور سجدہ اور بوسۂ قبور سب کچھ جائز ہو گیا "

۳ : اور کہتا ہے کہ۔

" علم غیب کی دو قسمیں ہیں۔ بالذات، اس معنیٰ کر عالم الغیب خدا تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔" اور " بواسطہ، اس معنی کر رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم عالم الغیب تھے"

زید کا یہ استدلال اور عقیدہ وعمل کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جوابِ سوالِ اوّل

ظاہراً سجدۂ تعظیمی سے مراد سجدۂ تحیۃ ہے

ظاہراً سجدۂ تعظیمی سے مراد سجدۂ تحیۃ ہے۔ اس صورت میں اس تقسیم میں گفتگو نہیں ہے۔ البتہ کلام اس میں ہے کہ سجدۂ تحیۃ غیر اللہ کے لئے جائز ہے یا نہیں ؟

سو زید مدعی جواز کی اس جواز سے کیا مراد ہے ؟

آیا شرائع سابقہ میں جائز ہونے کا دعوےٰ ہے یا شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ؟

اگر شرائع سابقہ میں جائز ہونے کا دعوےٰ ہے تو اول خود اسی میں کلام ہے۔ اور قصہ حضرت آدم علیہ السلام و حضرت یوسف علیہ السلام میں جو لفظِ سجود آیا ہے اس میں احتمال ہے کہ محض انحناء مراد ہو۔ چنانچہ بہت مفسرین مثل جلال سیوطی رح و جلال محلی رح وغیرہما اس طرف گئے ہیں۔

اور اگر شرائع سابقہ میں اس کا جائز ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہمارے لئے بھی جائز ہو، کیونکہ شرائع سابقہ کے بہت سے احکام منسوخ ہو چکے ہیں۔ جیسا حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہن بھائی کا نکاح درست تھا اور اب حرام ہے۔ علیٰ ہذا بہت سے امور اس قسم کے ہیں۔ بلکہ خود ہماری شریعت میں بعض امور اولاً جائز تھے پھر حرام ہو گئے۔ جیسا شراب کا پینا کہ پہلے حلال تھا پھر حرام ہو گیا۔ بہرحال شرائع سابقہ میں جائز ہونے سے ہماری شریعت میں جائز ہونا لازم نہیں۔

اور اگر یہ مراد ہے کہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جائز ہے تو اس پر دلیل لانا ضروری ہے، سو تمام قرآن و حدیث میں ایسی دلیل کا پتہ نہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اور اگر کہا جائے کہ شرائع سابقہ میں اس کا جائز ہونا، جب ہماری شریعت میں بیان کیا گیا تو گویا ہماری شریعت

نے بھی اس کو قائم رکھا۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ ہماری شریعت میں اس پر انکار نہ کیا گیا ہو، اور اس کو ممنوع قرار نہ دیا ہو۔ ورنہ پھر جوازِ سابق یقیناً منسوخ ہو گا۔ سو اس مسئلہ میں ہماری شریعت میں جو وارد ہوا ہے اس کو نقل کرتا ہوں۔

حرمت سجدۂ تحیۃ کا ثبوت حدیث پاک سے

مشکوٰۃ میں ابوداؤد سے نقل کیا ہے۔

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ۔

عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَاَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّهُمْ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ يُّسْجَدَ لَهٗ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّىْ اَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَاَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّهُمْ فَاَنْتَ اَحَقُّ بِاَنْ يُّسْجَدَ لَكَ فَقَالَ لِىْ اَرَاَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِىْ اَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهٗ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَآءَ اَنْ يَّسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ حَقٍّ۔

مشکوٰۃ شریف، ص ۲۸۲ (باب عشرۃ النساء)

حضرت قیس بن سعدؓ صحابی فرماتے ہیں کہ میں مقام حیرہ میں پہنچا تو ان لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں، میں نے اپنے دل میں کہا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم تو زیادہ تر مستحق سجدے کے ہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کی بارگاہ) میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں حیرہ میں گیا تھا اور میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ زیادہ تر مستحق ہیں سجدہ کے۔ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میری قبر پر تمہارا گزر ہو تو کیا اس کو بھی سجدہ کرو گے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں اس کو تو سجدہ نہ کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایسامت کرو یعنی مجھ کو سجدہ نہ کرو اگر میں کسی کو امر کرتا کہ کسی کے سامنے سجدہ کرے تو عورتوں کو امر کرتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ

وما لکل واحد من الحقوق) کریں بوجہ اس حق کے جوان پر اللہ تعالےٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ فقط۔

ابوداؤد شریف: ج ۱۔ ص ۲۹۱

(باب فی حق الزوج علی المرأۃ)

اب اس حدیث میں ذرا غور فرمایئے کہ صحابی نے جس سجدہ کی اجازت چاہی تھی وہ سجدہ عبادت تھا یا سجدہ تحیۃ تھا؟

اگر سجدہ عبادت کہا جائے تب تو ظاہر ہے کہ وہ شرک ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ صحابی نے شرک کرنے کی اجازت چاہی، سو صحابہؓ کا تو بڑا رتبہ ہے جس کو ذرا بھی عقل اور دین ہو اسکو شرک کے جواز کا احتمال نہیں ہو سکتا، کیونکہ کفر و شرک عقلاً بھی قبیح بالذات ہے اور قبیح بالذات کا قبح منسوخ نہیں ہو سکتا تو صحابی پر کب احتمال ہے کہ انہوں نے اس کو قابل جواز سمجھا ہو۔ جب جواز کے قابل نہیں تو اجازت مانگنا کب ممکن ہے؟ کیوں کہ اجازت تو اسی کی مانگی جاتی ہے جس کے جائز ہونے کا احتمال ہو۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ جس سجدہ کی اجازت چاہی (تھی وہ) تعبدی نہ تھا بلکہ سجدۂ تحیۃ تھا۔

سواب دیکھ لینا چاہیئے کہ اس سجدۂ تحیۃ کے اجازت کے چاہنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت فرمائی یا ممانعت فرمائی؟ سو لَا تَفْعَلُوْا صیغہ نہی کا نص ہے باب تحریم میں۔

پس صاف معلوم ہوا کہ یہ سجدۂ تحیۃ ہماری شریعت میں حرام ہے۔ اب شرائع سابقہ کی حکایت جواز کیلئے حجت کافی نہ ہوگی۔ یہ گفتگو تو زندہ بزرگ کو سجدہ کرنے کے باب میں تھی جس کا حرام ہونا اس حدیث سے ثابت ہوا ہے۔

قبر کو سجدہ کرنا سخت حرام ہے

اور قبر کے روبرو تو سجدہ کرنا حدیث کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اور بھی زیادہ حرام ہے۔ حتیٰ کہ وہی صحابیؓ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کی اجازت مانگ رہے ہیں، جب آپؐ نے ان سے پوچھا کہ کیا میری قبر کو بھی سجدہ کروگے، تو انہوں نے معاً عرض کیا کہ نہیں قبر کو تو نہ کروں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبر کو سجدہ کرنا اس قدر مذموم و قبیح ہے کہ اس میں ان کو تردد نہیں ہوا صرف سجدہ بحالتِ زندگی میں اشتباہ تھا جو رفع کر دیا گیا۔ اس سے واضح

ہو گیا کہ قبر کو سجدہ کرنا زندہ بزرگ کو سجدہ کرنے سے بھی زیادہ مذموم ہے۔ جب حدیث سے زندہ کو سجدہ کرنا ممنوع ٹھہرا تو قبر کو سجدہ کرنا بدرجہ اولیٰ اس سے زیادہ حرام ہوگا۔ اور یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں گفتگو تھی جس میں آپ نہایت قوی حیاتِ برزخیہ کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں، حیاتِ حضراتِ انبیاء علیہم السلام خود اہل حق کا عقیدہ ہے اور موت ان کی صرف ظاہری اور ضعیف درجہ کی ہے۔ جب اس موتِ ضعیف کے طاری ہونے سے کہ حیات سے زیادہ بُعد نہیں ہوا ان کی قبر کو سجدہ کرنا حرام بلکہ زیادہ حرام تھا جیسا ابھی بیان ہوا۔ سو اوروں پر موتِ قوی طاری ہونے سے کہ حیات سے بہت زیادہ بُعد ہو جاتا ہے، ان کی قبور کو سجدہ کرنا زیادہ سے بھی زیادہ حرام ہوگا۔ یہ تو مسئلہ کا ثبوت تھا حدیث سے جو مدعی اجتہاد و تارکِ تقلید پر بھی حجت ہے۔

حرمتِ سجدۂ تحیۃ کا ثبوت فقہاء کرام کے فتویٰ سے

اور جو شخص ائمہ کا مقلد اپنے کو کہتا ہو اس کے لئے فقہاء کا فتویٰ بھی دلیل ہے۔ اس لئے اس کو بھی نقل کرتا ہوں۔ دُرِّ مختار میں ہے ——— ترجمہ یہ ہے ———

وكذا ما يفعلونه من تقبيل الارض بين يدى العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضى به أثمان لانه يشبه عبادة الوثن وهل يكفر ام لا ؟	کہ اسی طرح جو لوگ زمین بوسی کرتے ہیں علماء اور سرداروں کے سامنے یہ حرام ہے اور کرنے والا اور راضی ہونے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں کیونکہ یہ عبادتِ بت کے مشابہ ہے اور آیا وہ کافر ہو جائے گا یا نہیں ؟
فان كان على وجه العبادة والتعظيم كفر وان كان على وجه التحية لا وصار أثما مرتكبا للكبيرة ۔	سو اگر بطریقِ عبادت اور تعظیم ہو تب تو کافر ہو جائے گا، اور اگر بطور تحیۃ و سلام کے ہو تو کافر تو نہ ہوگا اور گنہگار مرتکب گناہ کبیرہ کا ہوگا۔

(الدر المختار مع رد المحتار، ج ۶ ص ۳۸۳، کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء)

جب زمین بوسی کو صرف مشابہتِ عبادت کی وجہ سے حرام کہا تو سجدہ جس میں ہیئتِ عبادت کی زیادہ ہے کیوں کر حرام نہ ہوگا ؟

تعظیم کی بعض صورتیں عبادات کے حکم میں

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس روایت میں عبادت اور تعظیم کا ایک حکم بیان کیا ہے کہ اس طور سے سجدہ کرنا کفر ہے پس زید کی تقسیم میں اگر تعظیم بمعنی تحیۃ نہ لیا جائے جیسا ہم نے اس کی خاطر تاویل کردی ہے سو سرے سے یہ تقسیم ہی درست نہ ہوگی۔ بلکہ بوجہ اتحاد تعظیم و تعبد کے سجدۂ تعظیم کفر قرار پاوے گا۔

محض نیت تحیۃ جواز کیلئے کافی نہیں ہے

اور اگر باوجود دلائل حرمت قائم ہو جانے کے صرف نیت و قصد تحیۃ کو موجب جواز کہا جاوے تو چاہئے کہ سب عبادات میں اسی طرح تقسیم کرکے غیر اللہ کے لئے جائز کہہ دیا جائے۔ نماز کی بھی دو قسمیں ہو جاویں گی۔ ایک بطور تعبد، دوسری بطور تحیۃ۔ اول کو غیر اللہ کے لئے حرام، ثانی کو جائز کہا جاوے۔ اسی طرح روزہ اور حج اور جمیع عبادات۔ کیونکہ سجدہ اور تمام عبادات اس امر میں متساوی الاقدام ہیں۔ کیا کسی کو یہ جرأت ہوگی کہ نماز روزہ سب کو غیر اللہ کے لئے جائز کہہ دے؟

اگر کسی بزرگ کے قول یا فعل سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہو تو ....

اور اگر (کسی نیک و صالح انسان) سے ایسا قول یا فعل کہیں منقول ہو تو

اولاً: تو تصحیح روایت کی حسب ضابطہ روایت کے ضروری ہے۔ کیونکہ بعض باتیں بے اصل مشہور ہو جاتی ہیں۔

ثانیاً: یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی بزرگ کے قول یا فعل سے شریعت کو بدل دیں بلکہ شریعت کے احکام اپنے حال پر رہیں گے، حسن ظن کے مقتضا سے خود ان بزرگ کے قول و فعل میں غلبۂ حال یا خطاء اجتہادی کی تاویل کریں گے۔

ثالثاً: عوام الناس تحیۃ و تعبد میں فرق کی تمیز بھی نہیں رکھتے۔ اور مسلمات میں سے ہے کہ ذریعہ حرام کا حرام ہوتا ہے۔ اس لئے ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

فقط: هٰذَا هُوَ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ ❖

جوابِ سوالِ دوم

طوافِ غیرِ کعبہ کی حرمت کا ثبوت حدیثِ پاک سے

حدیث شریف میں ہے۔

اَلطَّوَافُ حَوْلَ الْبَیْتِ مِثْلُ الصَّلٰوۃِ — طواف خانہ کعبہ کا مثل نماز کے ہے۔

رواہ الترمذی والنسائی والدارمی۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۶، باب دخول مکۃ والطواف فصل ثانی)

اور ظاہر ہے کہ تشبیہ میں مشبہ بہ کا اشہر وصف ملحوظ ہوتا ہے اور اسی کے اعتبار سے تشبیہ ہوا کرتی ہے۔ جیسا اہلِ علم پر ظاہر ہے۔ اور نماز کا اشہر وصف اس کا عبادت ہونا ہے پس تشبیہ اسی وصف کے اعتبار سے ہوگی۔ پس مدلول حدیث کا یہ ہے کہ جس طرح نماز عبادت ہے اسی طرح طواف بھی عبادت ہے اور عبادت کا غیر اللہ کے لئے حرام بلکہ کفر ہونا نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے۔ اور ہر مسلمان کا عقیدہ ہے اور بہ نسبت زندہ کے مردہ کے ساتھ ایسے معاملات کا زائد تر حرام ہونا اوپر ثابت ہو چکا۔ پس واضح ہوا کہ طوافِ غیرِ بیت اللہ مطلقاً حرام اور طوافِ قبور اور زیادہ حرام ہے۔

طوافِ غیرِ کعبہ کی حرمت کا ثبوت فقہاءِ کرام کے فتویٰ سے

اب فتویٰ علماء کا دیکھئے۔

فی اللطائف الرشیدیۃ عن شرح المناسک لعلی القاری ولا یطوف ای لا یدور حول البقعۃ الشریفۃ لان الطواف من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء۔ (لطائف رشیدیہ ص ۳۲: مکتوب نہم)

یعنی طواف نہ کرے روضۂ منورہ کے گرد کیونکہ طواف خصوصیاتِ کعبہ شریف سے ہے پس حرام ہے گرد قبور انبیاء و اولیاء کے۔

اور جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم و حضراتِ انبیاء علیہم السلام کی قبور شریفہ کا طواف ممنوع ہے جن کی حیاتِ برزخیہ بہ نسبت حضراتِ اولیاء کے قوی تر ہے تو دوسرے اولیاء کی قبور کا طواف تو زیادہ تر ممنوع ہوگا۔ پس اس بناپر طوافِ غیر بیت اللہ حرام اور قبور انبیاء کا زیادہ حرام اور قبور اولیاء کا زیادہ سے زیادہ حرام۔ جیسا جواب سوالِ اوّل میں اس کی تقریر مفصل مرقوم ہو چکی ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی عبارت کا جواب

طواف کی دو قسمیں

رہ گیا مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رح کا ارشاد، سو اس میں کچھ حجت نہیں، کیوں کہ یہ طواف اصطلاحی نہیں ہے جو تعظیم و تقرب کے لئے کیا جاتا ہے اور جس کی ممانعت نصوصِ شرعیہ سے ثابت ہے بلکہ طوافِ لغوی ہے۔ یعنی محض اس کے گرد پھرنا واسطے پیدا کرنے مناسبتِ روحی کے صاحبِ قبر کے ساتھ اور لینے فیوض کے بلاقصد تعظیم و تقرب کے۔ اور وہ بھی عوام کے لئے نہیں جن کو فرقِ مراتب کی تمیز نہیں بلکہ اہلِ نسبت کے لئے جو جامع ہوں درمیان شریعت و طریقت کے۔

طوافِ لغوی کی نظیر حدیثِ پاک میں

اس کی نظیر حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قصہ میں وارد ہوئی ہے۔ جب ان کے والد مقروض ہو کر وفات فرما گئے اور قرض خواہوں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو تنگ کیا اور انہوں نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ باغ میں تشریف لاکر رعایت کرا دیجئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم باغ میں رونق افروز ہوئے اور چھواروں کے انبار لگوا کر

حدیث کے یہ الفاظ ہیں

طَافَ حَوْلَ اَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ رواہ البخاری

بڑے انبار کے گرد تین بار پھرے پھر آپ اس ڈھیر پر بیٹھ گئے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۶ و ۵۳۷ : باب فی المعجزات

فصل اوّل)۔

اس میں ایسی برکت ہوئی کہ سب کا قرض ادا ہو گیا اور پھر بھی بہت کچھ بچ گیا۔

غرض اس قصہ کو دیکھ کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے گرد پھرنا کوئی طواف اصطلاحی نہ تھا ، اس ڈھیر کی تعظیم آپ کو مقصود نہ تھی بلکہ اس میں اثر پہنچانے کے لئے اس کے چاروں طرف پھر گئے۔ اسی طرح کشف القبور کے عمل میں جو طواف کا ذکر کیا ہے وہ بھی تعظیم کے لئے نہیں ، جیسا عوام الناس بلکہ بعض خواص کالعوام کرتے ہیں (بلکہ) محض اثر لینے کے لئے اس کے چاروں طرف پھرے۔

پس کجا طوافِ اصطلاحی جس کا دعوٰے جواز زید کرتا ہے۔ اور کجا یہ طوافِ لغوی جو حجت میں پیش کرتا ہے۔ یہ تو ایسی بات ہے کہ (جیسے کوئی)

۱ : قرآن مجید میں لفظ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ سے جس کے معنی لغوی مقصود ہیں متعہ اصطلاحی کو جائز کہنے لگے جیسا کہ اہل زیغ لے گیا ہے۔

۲ : یا قرآن مجید میں غلام کو عبد کہا گیا ہے ، محض لفظ کو دیکھ کر اس کے معنی عابد کے لے کر اس کے مالک کو معبود قرار دینے لگے اور شرک کے جواز کا دعوٰے کر بیٹھے۔

حاصل یہ کہ محض اشتراکِ لفظی سے بلا دلیل کسی معنی کا مراد لے لینا اور اس پر اصرار کرنا محض مغالطہ ہے۔

اور بالفرض والتقدیر طوافِ اصطلاحی ہی مراد ہو جو کہ بدلیل شرعی ممنوع ہے تب بھی کچھ حجت نہیں۔ اس لئے کہ اس عبارت میں کہیں جواز کا نام تک بھی نہیں صرف کشفِ قبور کا ایک طریقہ بتلا رہے ہیں کہ اس طرح کشفِ قبور ہو جاتا ہے خواہ وہ طریقہ جائز ہو یا نہ ہو۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ طریقِ ناجائز سے کشف کب ہو سکتا ہے ؟ سو یہ بات وہی شخص کر سکتا ہے کہ جو شریعت وطریقت ہر دو علم سے ناواقف ہو۔ ورنہ علماء ظاہر و باطن کے مسلّمات سے ہے کہ کشف وخوارق اہل باطل سے بھی حتیٰ کہ کفار سے صادر ہونا ممکن ہے۔ چنانچہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

سئل ابو یزید عن طی الارض فقال لیس بشیء فان ابلیس یقطع من المشرق الی المغرب فی لحظة واحدة وما هو عند الله بمکان وسئل عن اخراق الهواء فقال ان الطیر یخرق الهواء الخ

ابو یزید سے پوچھا گیا طے زمین کی نسبت، آپ نے فرمایا کہ یہ کوئی چیز کمال کی نہیں دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک اس کی کوئی قدر نہیں۔ اور ہوا چیر کر اڑنے کی نسبت پوچھا گیا، آپ نے فرمایا کہ پرندہ بھی اڑتا ہے۔

غرض مقصود طریق بتلانا ہے، گو وہ ناجائز ہو۔

اس کی نظیر خود حضرت شاہ صاحب ممدوح کے کلام میں موجود ہے۔ قول الجمیل میں کشف وقائع کے طریق میں تحریر فرماتے ہیں۔

ویضع مصحفا مفتوحا علی یمینه ومصحفاً مفتوحا علی یساره ومصحفاً کذالك بین یدیه ومصحفاً کذالك خلفه الخ

یعنی ایک قرآن کھلا ہوا اپنی داہنی طرف رکھے اور ایک بائیں طرف، اور ایک روبرو رکھے، اور ایک پیچھے رکھے۔

تو اب چاہیئے کہ قرآن کا پشت کی طرف رکھنا بھی کچھ مضائقہ نہ ہو حالانکہ خود ہی شاہ صاحبؒ اس طریق کا ناپسند اور خلافِ ادب ہونا تحریر فرماتے ہیں۔

وفی قلبی منه شیٔ لما فیه من اساءة الادب بالمصحف۔

یعنی میرے دل میں اس طریق سے خلجان ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید کی بے ادبی ہے۔

اور باوجود اس طریق کے مذموم ہونے کے پھر بھی اس کی خاصیت کشف وقائع بتلائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی عمل کی کوئی خاصیت بیان کرنا دلیل اس کے جواز کی نہیں۔

اعتراض اگر کہا جاوے کہ بلا انکار نقل کرنا دلیلِ جواز ہے اور مع الانکار دلیل جواز نہیں، سو عمل مصحف میں چونکہ نقل کر کے انکار بھی فرما دیا ہے اس لئے اس کو جائز نہ کہا جائے گا، اور طواف میں بلا انکار نقل فرمایا ہے اس لئے اس کو جائز کہا جاوے گا۔

جواب سو جاننا چاہیئے کہ اوّل تو غیرِ شارع علیہ السلام کا سکوت حجت نہیں علاوہ اس کے یہ کہنا غلط ہے کہ شاہ صاحب رح نے اس پر انکار نہیں فرمایا، بعض احباب نے رسالہ " تحفۃ الموحدین " تصنیف حضرت شاہ صاحب رح، بیان اشراک فی العبادات صفحہ ۱۱ سے نقل کیا ہے۔

" ارکانِ حج کہ از اعظم عبادات است اگر بجائے دیگر ادا نماید کفر است صریح باید کہ گرد قبری یا خانہ کہ سوائے کعبہ نگردند کہ میفرماید وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ "

اعتراض رہا یہ کہ جس جگہ عمل نقل کیا جاوے وہاں ہی انکار ہو۔

جواب یہ کوئی ضروری نہیں خود قرآن مجید میں بہت جگہ کفار کے اقوال وعقائد نقل کئے ہیں اور دوسری آیات میں انکار فرما دیا گیا ہے۔

سجدہ قبر اور بوسہ قبر کو جائز قرار دینے کا جواب رہا سجدہ اور بوسہ، اوّل تو اس عبارت میں اس کا پتہ نہیں۔ سجدہ کے معنی ہیں "پیشانی نہادن بر زمین" اور بوسہ کے معنی ہیں "لب نہادن بر چیزے" اور رخسارہ نہادن کسی کے بھی معنی نہیں۔

قطع نظر اس سے تقریرِ مذکور میں اس کا بھی جواب ہو گیا کہ بیان خاصیت دلیلِ جواز نہیں فافهم ولا تقول واللہ اعلم۔

جواب سوال سوئم

سوال سوئم اور اُس کے جواب کا پس منظر

بقلم حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ

چونکہ سائل کے تیسرے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض مغیبات کے علم عطائی کے باعث "عالم الغیب" کہنا جائز ہے یا نہیں ؟

اس لئے یہ بات بالکل واضح ہے کہ حضرت مولانا تھانوی مرحوم کی جوابی بحث اس میں نہیں ہے کہ "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا یا نہیں ؟" اور تھا تو کتنا تھا ؟ بلکہ یہاں مولانا مرحوم صرف اتنا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "عالم الغیب" کہہ نہیں سکتے۔ اور ان دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔

کسی صفت کا واقع میں کسی ذات کے لئے ثابت ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ اس کا اطلاق بھی اس پر جائز ہو۔

قرآن کریم میں حق تعالےٰ کو ہر چیز کا خالق بتلایا گیا ہے۔ اور تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ عالَم کی ہر چیز صغیر ہو یا کبیر، عظیم ہو یا حقیر سب اسی کی مخلوق ہے۔ لیکن با ایں ہمہ فقہاء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اس کو "خالق القردۃ والخنازیر" (بندروں اور سوروں کا خالق) کہنا ناجائز ہے۔

علیٰ ہذا قرآن مجید میں حق تعالےٰ نے زرع (کھیتی) کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے لیکن اس کی ذاتِ پاک پر "زارع" کا اطلاق درست نہیں۔

اسی طرح بادشاہ کی طرف سے لشکر کو جو عطایا اور وظائف دیئے جاتے ہیں

اہل عرب ان پر رزق کا اطلاق کرتے ہیں۔ چنانچہ لغت کی عام کتابوں میں یہ محاورہ لکھا ہوا ہے کہ " رزق الامیر الجند " (امیر نے لشکر کو رزق دیا) لیکن بایں ہمہ بادشاہ کو رازق یا رزاق کہنا درست نہیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل مبارکہ کے باب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ " آپ خود ہی اپنی نعل مبارک کو ٹانک لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دوہ لیا کرتے تھے " الخ لیکن اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو " خاصف النعل " (جفت دوز) اور " حالب الشاۃ " (بکری دوہنے والا) نہیں کہا جا سکتا۔

بہرحال یہ حقیقت ناقابلِ انکار ہے کہ بعض اوقات ایک صفت کسی ذات میں پائی جاتی ہے اور اس کا اطلاق درست نہیں ہوتا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اس تمہید سے "حفظ الایمان" کے ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ " حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب ہونا نہ ہونا ایک الگ بحث ہے" اور آپ کی ذاتِ مقدسہ پر عالم الغیب کے اطلاق کا جواز عدمِ جواز یہ ایک الگ مسئلہ ہے " اور ان دونوں میں باہم تلازم بھی نہیں۔

جب یہ بات ذہن نشین ہو گئی تو اب سمجھئے کہ حفظ الایمان میں اس موقع پر حضرت مولانا مرحوم کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق ناجائز ہے اور حضورؐ کو جس طرح خاتم النبیین سید المرسلین، رحمۃ للعالمین وغیرہ وغیرہ القابات سے یاد کر سکتے ہیں۔ اس طرح لفظ " عالم الغیب " سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد نہیں کیا جا سکتا، اور اس مُدّعا کی دو دلیلیں مولاناؒ نے پیش کی ہیں۔

(منقول از "فیصلہ کن مناظرہ" بتغییر یسیر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اطلاق "عالم الغیب" کے ناجائز ہونے کی دو ۲ دلیلیں

پہلی دلیل مطلق غیب سے مراد اطلاقاتِ شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لئے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو اسی بنا پر

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔ — اے پیغمبر تو کہہ خبر نہیں رکھتا جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں "غیب" کی مگر اللہ"

(النمل ۲۷ : ۶۵)

اور

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ۔ — اور اگر میں جان لیا کرتا غیب کی بات تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچتی "

(الاعراف ۷ : ۱۸۸)

وغیرہ فرمایا گیا ہے۔ اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلا قرینہ مخلوق پر عالم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہو گا۔

قرآن مجید میں لفظ " رَاعِنَا " کی ممانعت اور حدیث مسلم میں عَبْدِی وَاَمَتِی وَرَبِّی کہنے سے منع اسی وجہ سے وارد ہے اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہو گا۔ اور اگر ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق اور رازق وغیرہما بتاویل اسناد الی السبب کے بھی اطلاق کرنا جائز ہو گا کیونکہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے سبب ہیں۔ بلکہ خدا بمعنی مالک اور معبود بمعنی مطاع کہنا بھی درست ہو گا۔ اور جس طرح آپ پر عالم الغیب کا اطلاق اس تاویل خاص سے جائز ہو گا۔ اسی طرح دوسری تاویل سے اس صفت کی نفی حق جل و علا شانہٗ سے بھی جائز ہو گی یعنی عالم الغیب بالمعنی الثانی بواسطہ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت نہیں

پس اپنے ذہن میں معنی ثانی کو حاضر کر کے کوئی کہتا پھرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور حق تعالیٰ شانہٗ عالم الغیب نہیں نعوذ باللہ منہ تو کیا اس کلام کو منہ سے نکالنے کی کوئی عاقل متدین اجازت دینا گوارا کر سکتا ہے؟ اس بنا پر تو بانو فقیروں کی تمام تر بیہودہ صدائیں بھی خلاف شرع نہ ہوں گی ورنہ شرع کیا ہوا بچوں کا کھیل ہوا جب چاہا بنا لیا جب چاہا مٹا دیا۔

پہلی دلیل کا خلاصہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ " عالم الغیب " کے اطلاق کے ناجائز ہونے پر جو پہلی دلیل حضرت تھانوی مرحوم نے بیان فرمائی ہے اس کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ چونکہ عام طور پر شریعت کے محاورات میں " عالم الغیب " اسی کو کہا جاتا ہے جس کو غیب کی باتیں بلا واسطہ اور بغیر کسی کے بتلائے ہوئے معلوم ہوں (اور یہ شان صرف حق تعالیٰ کی ہے) لہٰذا اگر کسی دوسرے کو " عالم الغیب " کہا جائے گا تو اس عرف عام کی وجہ سے لوگوں کا ذہن اسی طرف جائے گا کہ ان کو بھی بلا واسطہ غیب کا علم ہے (اور یہ عقیدہ صریح شرک ہے)۔

پس حق جل مجدہٗ کے سوا کسی اور کو " عالم الغیب " کہنا بغیر کسی ایسے قرینہ کے جس سے معلوم ہو سکے کہ قائل کی مراد علم غیب بلا واسطہ نہیں ہے اس لئے نادرست ہو گا کہ اس سے ایک مشرکانہ خیال کا شبہ ہوتا ہے۔

قرآن و حدیث میں ایسے کلمات سے منع فرمایا گیا ہے جن سے اس قسم کی غلط فہمیوں کا اندیشہ ہو۔ چنانچہ

۱: قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لفظ " رَاعِنَا " سے خطاب کرنے کی ممانعت۔

۲: او حدیث شریف میں اپنے غلاموں اور باندیوں کو عَبْدِی وَاَمَتِی کہنے سے ممانعت اسی لئے وارد ہوئی ہے کہ یہ کلمات ایک باطل معنی کی طرف موہم ہو جاتے ہیں اگرچہ خود متکلم کا قصد ایسا نہ ہو۔

یہ ہے حضرت مولانا تھانوی مرحوم کی پہلی دلیل کا خلاصہ ۔

از " فیصلہ کن مناظرہ " مصنفہ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ، بتغیر یسیر

دوسری دلیل

پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا[1] اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب ؟

اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے[2] ، مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیرِ انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے ۔

پھر اگر زید اس کا التزام کرلے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالاتِ نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے ۔ جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالاتِ نبوت سے کب ہو سکتا ہے ۔ اور اگر (سب کو عالم الغیب کہنے کا) التزام نہ کیا جائے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے ۔

---

[1] حفظ الایمان میں پہلے یہ فقرہ اس طرح تھا " پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا الخ " حضرت مصنف رح نے جمادی الاخریٰ ۱۳۵۴ھ میں راقم سطور محمد منظور نعمانی کے عرض کرنے پر " علم غیب کا حکم کیا جانا" کے بجائے " عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا " کے الفاظ کر دیئے کیونکہ یہاں حکم سے مراد دراصل اطلاق ہی ہے جیسا کہ اس عبارت کے سیاق و سباق سے اور بسط البنان کی توضیح سے ظاہر ہے ۔ اس ترمیم کا اعلان پہلی مرتبہ رجب ۱۳۵۴ھ کے ماہنامہ الفرقان بریلی " میں ہوا تھا جس کا ذکر ناظرین کرام دیباچہ میں پڑھ چکے ہیں ۔ (محمد منظور نعمانی غفرلہ)

(منقول از حاشیہ " حفظ الایمان " ص ۱۰ ، ۱۱ ۔ شائع کردہ مکتبہ نعمانیہ دیوبند ۔ یوپی ۔ انڈیا ۔)

[2] قولہ ۔ کیا تخصیص ہے ۔۔۔ الی قولہ ۔۔ تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے ۔ انتہیٰ ۔ اس مقام میں اصل عبارت اور بھی جو رسالہ " تغیر العنوان " کے صفحہ ۱۱۶ سطر ۱۵ میں ہے ۔ من قولہ " کیا تخصیص ہے ۔۔۔ الی قولہ ۔۔۔ تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے " اور تبدیل عبارت کی جو بھی اسی رسالہ " تغیر العنوان " کے صفحہ ۱۱۸ سطر ۱ میں ہے ۔ من قولہ لیکن اسلامی دنیا میں ۔۔۔ الی قولہ ۔۔۔ درجۂ استحسان ہی میں ہوگی " جس کا حاصل یہ ہے کہ عبارات سابقہ میں گو واقع میں کوئی خلل نہیں مگر بعضے کم فہموں کے فہم میں خلل تھا ان کی رعایت سے بدل دی گئی ۱۲ منہ

اگر تمام علومِ غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیلِ نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔

دلائلِ نقلیہ دلائل نقلیہ بے شمار ہیں۔ خود قرآن مجید میں آپؐ سے نفی کرنا علم غیب کی آیت وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ۔ اور اگر میں جان لیا کرتا "غیب" کی بات تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا۔

اور نفی کرنا آپ سے علمِ تعیینِ قیامت کی اور بہت سے علوم کی نفی صاف صاف مذکور ہے۔ احادیث میں ہزاروں واقعات آپ کے کتب و رسائل روانہ فرمانے کے مخبروں اور جاسوسوں سے اخبارِ غائبہ دریافت فرمانے کے مذکور ہیں۔

اعتراض اگر یہ کہا جاوے کہ علومِ غیب تو آپ کو سب حاصل ہیں مگر استحضار ان کا آپ کی توجہ پر موقوف ہے چونکہ بعض امور میں توجہ تام نہ فرماتے تھے اس لئے بعض واقعات حاضر نہ ہوتے تھے۔

جواب اس کا جواب یہ ہے کہ بہت سے امور میں آپ کا خاص اہتمام سے توجہ فرمانا بلکہ فکر و پریشانی میں واقع ہونا اور باوجود اس کے پھر مخفی رہنا ثابت ہے۔ قصۂ اِفک میں آپ کی تفتیش و استکشاف بابلغ وجوہ صحاح میں مذکور ہے مگر صرف توجہ سے انکشاف نہیں ہوا بعد ایک ماہ کے وحی کے ذریعہ سے اطمینان ہوا۔

دلیلِ عقلی دلیل عقلی یہ کہ علوم غیر متناہی ہیں اور امور غیر متناہیہ کا اجتماع محال ہونا ثابت و مقرر ہو چکا ہے۔

دوسری دلیل کا خلاصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ "عالم الغیب" کے اطلاق کے ناجائز ہونے پر جو دوسری دلیل حضرت تھانوی مرحوم نے بیان فرمائی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس دوسری دلیل میں مولاناؒ نے مسئلہ کی دو شقیں کر کے ان میں

سے ہر ایک کو غلط اور باطل ثابت کیا ہے اور حاصل مولاناؒ کی اس دوسری دلیل کا صرف یہ ہے کہ۔

جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ پر " عالم الغیب " کا اطلاق کرتا ہے اور آپ کو " عالم الغیب " کہتا ہے (مثلاً زید) وہ یا تو اس وجہ سے کہتا ہے کہ اس کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض غیب کا علم ہے یا اُس وجہ سے کہ آپ کو کل غیب کا علم ہے۔

یہ دوسری شق تو اس لئے باطل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیب کا علم نہ ہونا، دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہے۔ (اور خود مولوی احمد رضا خان صاحب بھی یہی کہتے ہیں جیسا کہ مقدمہ میں باحوالہ عرض کیا جا چکا ہے)۔

اور پہلی شق (یعنی بعض غیب کے علم کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا) اس لئے باطل ہے کہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو " عالم الغیب " کہا جائے۔ کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو سب کو ہے۔ کیوں کہ ہر جاندار کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ضرور ہے جو دوسرے سے مخفی ہے۔

پس اس شق کی بنا پر چونکہ سب کو عالم الغیب کہنا لازم آتا ہے اور یہ عقلاً، نقلاً، عرفاً غرض ہر حیثیت سے باطل ہے۔ لہٰذا ملزوم (یعنی زید کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے عالم الغیب کہنا) بھی باطل ہوگا۔

یہ ہے مولانا کی دوسری دلیل کا خلاصہ۔ (از فیصلہ کن مناظرہ بتغییر یسیر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ " عالم الغیب " کے اطلاق کے ناجائز ہونے کے سلسلہ میں حضرت تھانوی مرحوم کی ذکر کردہ دو دلیلوں کا بیان مکمل ہوگیا۔ لیکن چونکہ دوسری دلیل کے ذیل میں حضرت تھانوی مرحوم نے یہ فرمایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام غیبوں کا علم ہونا عقلاً نقلاً ہر طرح سے باطل ہے۔ اس لئے ممکن تھا کہ کسی کے دل میں یہ شبہ

پیدا ہو کہ بعض احادیث میں ایسے الفاظ آتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام چیزوں کا علم کلی حاصل تھا۔

اس شبہ کو رفع کرنے کی خاطر حضرت تھانوی مرحوم نے آئندہ عبارت میں اس شبہ کو ذکر فرما کر اس کا جواب دیا ہے۔

ایک شبہ اگر کسی کو ایسے الفاظ سے شبہ واقع ہو جیسا مشکوٰۃ میں دارمی کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مذکور ہے۔

فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پس میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین

(مشکوٰۃ شریف ص ۷۰ باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ فصل ثانی) میں ہے)۔

یا مثل اس کے۔

جواب تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہاں عموم و استغراق حقیقی مراد نہیں کیونکہ اس کا استحالہ ادلہ دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہو چکا ہے بلکہ عموم و استغراق اضافی مراد ہے۔ یعنی باعتبار بعض علوم کے — کہ وہ علوم ضروریہ متعلقہ بہ نبوت ہیں — عموماً فرمایا گیا۔

پس اس کا مقتضا صرف اس قدر ہے کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم و ضروری ہیں وہ آپ کو تمامہا حاصل ہو گئے تھے۔

الفاظ عموم کا عموم اضافی میں استعمال ہونا محاورات جمیع اَلسِنَہ (تمام زبانوں) میں بلانکیر جاری ہے۔ اور خود قرآن مجید میں مذکور۔

بلقیس کی نسبت فرمایا گیا

وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ یعنی اس کے پاس تمام چیزیں تھیں۔

(النمل ۲۷ : ۲۳)

یہ ظاہر ہے کہ اس کے پاس اس زمانہ کی ریل اور تار برقی اور بلب و گیس اور فوٹو وغیرہ ہرگز نہ تھے وہاں

بھی اشیاء ضروریہ لازمہ سلطنت کا عموم مراد ہے۔ پس ایسا عموم مثبت مدعائے زید ہرگز نہیں۔

اجوبہ مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ زید کا عقیدہ اور قول سرتاسر غلط اور خلاف نصوص شرعیہ ہے۔ ہرگز ان کا قبول کرنا کسی کو جائز نہیں، زید کو چاہئے کہ توبہ کرے اور اتباع سنت اختیار کرے۔

ومن الله التوفيق والهداية ـ ومنه البداية واليه النهاية (فقط)

كتبه الاحقر

محمد اشرف علی عفی عنہ

۸ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

بسط البنان

لِكفِّ اللِّسان

عن كاتِبِ حفظِ الإيمان

مُصنّفہ

حکیم الاُمّۃ مُجدِّدُ المِلّۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

المتوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء

ناشر

انجمن ارشاد المسلمین

۶-بی ، شاداب کالونی : حمید نظامی روڈ، لاہور

رسالہ لبسط البنان
کا
سبب تالیف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بعد حمد وصلوۃ کے واضح ہو کہ اہل ہوا وہوس کے شہرت حاصل کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی طریقہ اختیار کرنے کا ہمیشہ سے دستور چلا آتا ہے۔ ایسے لوگوں سے جب کچھ بن نہیں پڑتا تو اچھوں کو بُرا کہنا اپنا پیشہ کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس میں ہمارا نام ہوگا۔ چنانچہ بریلی کے مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو مصداق اس شعر کے ہیں شعر

اگر دجال بر روئے زمین است

ہمیں است وہمیں است وہمیں است

حضرات علماء دیوبند و دہلی کو کافر کہنا شروع کیا اور ان حضرات کو مخاطب کر کے مجادلہ کے اشتہارات چھاپے ان بزرگوں نے فضول سمجھ کر ان کی طرف التفات نہ کیا۔

بلکہ ایک دفعہ جب بریلی میں ایسے اشتہارات کے جواب لکھنے پر ان سے اصرار کیا گیا تو انہوں نے یہ کہہ کر پیچھا چھوڑایا کہ آپ جیتے اور ہم ہارے، فی الواقع یہ نہایت عمدہ جواب تھا جو دیا جا سکتا تھا کیوں کہ بزرگوں کا قول ہے ع

جواب جاہلاں باشد خموشی

لیکن بعض حضرات کو یہ دھوکہ ہوا کہ وہ بزرگ حقیقت میں جواب سے عاجز ہیں۔ اس دھوکہ کے دور کرنے کے لئے مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے خان صاحب کی اکثر کتابوں کا نہایت قابلیت سے جواب لکھا۔ جس کا جواب الجواب آج تک خان صاحب اور ان کی ذریات سے نہ ہو سکا۔ البتہ شرم مٹانے کے لئے اتنا کہا گیا کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جن کی ہار جیت علمائے دیوبند و دہلی کی ہار جیت ہوگی ہم سے مناظرہ کریں یا ہماری

تحریروں کا جواب دیں، مولوی مرتضیٰ حسن صاحب ہمارے مخاطب نہیں۔

اگرچہ حق آفتاب سے زیادہ ظاہر ہو چکا تھا اور ہرگز ہرگز ایسی واہی تباہی باتوں پر علماء حقانی کو توجہ کی ضرورت نہ تھی تاہم اتمام حجت کی غرض سے مولانا تھانوی رح تقریر و تحریر پر آمادہ ہو گئے۔ بلند شہر میں مناظرہ ٹھہرا، مولانا تھانوی رح نے خان صاحب کے پاس اپنی دستخطی تحریر بھیج دی کہ میں آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں اگر آپ کو منظور ہو تو مطلع فرمائیے۔

دجال نے بجائے یہ لکھنے کے کہ میں بھی مناظرہ کے واسطے مستعد ہوں، ایک بے سر و پا خط مسمّی بہ ابحاث اخری دھر گھسیٹا م چونکہ یہ خط مولانا کی تحریر کا جواب نہ تھا اس لئے اہل بلند شہر نے تھانہ بھون بھیجنے سے انکار کیا جیساکہ اس کی مفصل کیفیت رسالہ " قاصمۃ الظہر فی بلند شہر " میں مرقوم ہے۔

اس کے بعد مراد آباد میں مناظرہ ٹھہرا (راقم الحروف اس زمانہ میں مراد آباد میں موجود تھا) یہاں خانصاحب نے یہ چالاکی کی کہ پولیس والوں سے کہہ دیا کہ اہل دیوبند فساد کرانے آئے ہیں، اس وجہ سے پولیس نے یہ مناظرہ حکماً روک دیا۔ جب مولانا نے خان صاحب کی یہ کیفیت دیکھی تو یقین ہو گیا کہ وہ ہرگز مناظرہ نہ کریں گے، اور محض اتمام حجت کے لئے یہ رسالہ بسط البنان تحریر فرمایا۔ دیکھئے از خدام اکابر علماء دیوبند)۔

لہ رسالہ " قاصمۃ الظہر فی بلند شہر " بحمداللہ تعالےٰ " انجمن ارشاد المسلمین " نے شائع کر دیا ہے۔ انجمن کے پتہ سے بقیمت تین روپے حاصل کریں۔ ناشر

ٹہ یہ مضمون ایک عرصۂ دراز سے " بسط البنان " کے ساتھ شائع ہو رہا ہے لیکن چونکہ ہمیں مضمون نگار کے اسم گرامی کا علم نہیں ہو سکا اس لئے یہ عبارت لکھ دی گئی ہے۔ اگر کسی صاحب کو اس کا علم ہو تو وہ براہ مہربانی ہمیں اس سے مطلع فرما دیں انشاءاللہ تعالےٰ آئندہ ایڈیشن میں مضمون نگار کا نام درج کر دیا جائے گا۔

بسط البنان

لکف اللسان عن کاتب حفظ الایمان

بِاسْمِهٖ تَعَالیٰ حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا

بخدمتِ اقدس حضرت مولانا المولوی الحافظ الحاج الشاہ اشرف علی صاحب مدت فیوضکم العالیہ۔

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب (بریلوی) یہ بیان کرتے ہیں اور "حسام الحرمین" میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ۔

"آپ نے حفظ الایمان میں اس کی تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچے کو اور ہر پاگل کو بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے"۔

اس لئے امور ذیل دریافت طلب ہیں۔

۱ : آیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے ؟

۲ : اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے ؟

۳ : یا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے ؟

۴ : اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارۃً مفاد عبارت ہے نہ آپ کا مراد ہے تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحۃً یا اشارۃً کہے اسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر ؟ —— بینوا توجروا۔

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ

الجواب

مشفق مکرم سلمہم اللہ تعالیٰ ۔ السلام علیکم ۔ آپ کے خط کے جواب میں عرض کرتا ہوں ۔ میں نے یہ

خبیث[۱] مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا۔ لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔

۲ : میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم نہیں آتا۔ چنانچہ اخیر میں عرض کروں گا۔

۳ : جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہو سکتی ہے۔

۴ : جو شخص ایسا[۲] اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرورِ عالم فخرِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

عبارتِ حفظ الایمان کی توضیح

یہ تو جواب ہوا آپ کے سوالات کا اب آخر میں اس جواب کی تتمیم کے لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کی مزید توضیح کروں جس کی بنا پر یہ تہمت مجھ پر لگائی گئی ہے گو کہ وہ خود بھی بالکل واضح ہے......

اول میں نے دعوٰے کیا ہے کہ علمِ غیب جو بلا واسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالٰے کے ساتھ۔ اور جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کے لئے ہو سکتا ہے۔ مگر اس سے مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔ اور اس دعوٰے پر دو دلیلیں قائم کی ہیں۔ وہ عبارت دوسری دلیل کی ہے جو اس لفظ سے شروع ہوئی ہے۔ " پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر "

مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی) محض اس بنا پر کہ آپ کو علومِ غیبیہ بواسطہ حاصل ہیں اگر آپ کو عالم الغیب کہنا صحیح ہو تو اس سے اگر کل علومِ غیر متناہیہ مراد ہوں تو وہ نقلاً وعقلاً محال ہے۔ اور اگر بعض علوم مراد ہوں گو وہ ایک ہی چیز کا علم ہو اور گو وہ چیز ادنیٰ ہی درجہ کی ہو تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید، عمرو وغیرہ کے لئے بھی حاصل ہے۔

---

[۱] غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچے کو اور ہر پاگل کو بلکہ ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے :

[۲] ملاحظہ ہو حاشیہ بالا نمبر ۱۔

تو لفظ " ایسا " کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا علم واقع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ الخ نعوذ باللہ منہا۔ بلکہ مراد اس لفظِ " ایسا " سے وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ یعنی مطلق بعض علم گو وہ ایک ہی چیز کا ہو اور گو وہ چیز ادنیٰ درجہ ہی کی ہو۔ کیونکہ اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے، بعض سے مراد عام ہے اور عبارت آئندہ بھی اس کی دلیل ہے۔ وہو قولہٗ

" کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے "

پس اگر زید ہر مخفی ادنیٰ چیز کے علم حاصل ہونے کو بھی عالم الغیب کے اطلاق کے صحیح ہونے کا سبب بتلاتا ہے تو زید کو چاہیئے کہ ان سب کو عالم الغیب کہا کرے کیوں کہ ان کو بھی بعض مخفی چیزیں معلوم ہیں خود اس عبارت میں سرسری نظر کرنے سے یہ مطلب واضح ہو رہا ہے۔ پھر اس عبارت سے چند سطر بعد دوسری عبارت میں تصریح ہے کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم وضروری ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے، انصاف شرط ہے جو شخص آپ کو جمیع علوم عالیہ شریفہ متعلقۂ نبوت کا جامع کہہ رہا ہے کیا وہ نعوذ باللہ زید وعمرو وصبی ومجنون و حیوانات کے علم کو مماثل آپ کے علم کے بتلا دے گا ؟ کیا زید وعمرو وغیرہ کو یہ علوم حاصل ہیں ؟ یہ علوم تو آپ کے مثل دوسرے انبیاء وملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں۔

اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ عبارتِ مذکورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مشابہ معاذ اللہ علم زید وعمرو کو نہیں کیا گیا۔ اور لفظِ " ایسا " ہمیشہ تشبیہ کے لئے نہیں آتا بلغا۔ اہل لسان اپنے محاورات فصیحہ میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے مثلاً، تو کیا یہاں خدا تعالیٰ کے قادر ہونے کو دوسرے کے قادر ہونے سے تشبیہ دینا مقصود ہے ؟ ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں۔

بلکہ اس شق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے چنانچہ بعض مطلق علوم غیبیہ کے مراد لینے پر یہ خرابی بتلائی ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے الخ یعنی اس صورت میں آپ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید، عمرو وغیرہ بھی اس صفت میں آپ کے شریک ومشابہ ہو جاویں گے، حالانکہ آپ کی صفاتِ خاصہ کمالیہ میں کوئی آپ کا شریک ومشابہ نہیں ہے۔ اس لئے یہ شق باطل ہوئی۔

اور اگر بزعمِ معترض تشبیہ کے لئے بھی ہو تب بھی علمِ زید و عمرو وغیرہ کو علمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ (یہ تشبیہ) مطلق بعض علوم سے ہے) جس کا اوپر ذکر ہے۔

بلکہ بفرضِ محال اگر علمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی تشبیہ ہوتی تب بھی من کل الوجوہ نہ ہوتی بلکہ صرف اتنے امر میں کہ جس طرح (بقولِ زید) مطلق بعض غیوب کا حصول آپ کے لئے علت ہو گیا اطلاقِ عالم الغیب کے لئے۔ (اسی طرح دوسروں کے لئے مطلق بعض غیوب کا حصول نے علت بن جانے کا ان پر طلاق عالم الغیب کے لئے) اگرچہ یہ دونوں بعض متغائر ہوں الیسی تشبیہ من بعض الوجوہ تو نصِ قطعی قرآن مجید میں موجود ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ — اے پیغمبر تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم۔

(الکہف ۱۸ : ۱۱۰)

اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ۔ — اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں جس طرح تم ہوتے ہو۔

(النساء ۴ : ۱۰۴)

اوّل میں مقبول کی ایک حالت کو غیر مقبول کی ایک حالت سے اور دوسرے میں غیر مقبول کی ایک حالت کو مقبول کی ایک حالت سے تشبیہ دی ہے۔ البتہ اگر کوئی صرف اس تشبیہ پر اکتفا کر کے وجوہِ تفاوت و تفاضل کو بیان نہ کرے تو بے شک قبیح ہے۔ لیکن جب اس کا بھی ساتھ ساتھ بیان ہو جیسا قرآن مجید میں مِثْلُكُمْ کے بعد يُوْحٰٓى اِلَيَّ ہے۔ اور تَاْلَمُوْنَ کے بعد وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ہے۔ اور جیسا کہ تقریرِ مذکور میں کہ کلام متلاصق و متناسق ہے آپ کا جامع علوم لازمۂ نبوت ہونا مصرح ہے یا طرزِ بیان تفاوت پر دال ہو پھر کیا قباحت ہے اور جب کہ تشبیہ ہی نہ ہو تو شبہ کا کوئی موقع ہی نہیں۔

شقِ ثالث کے عدمِ ذکر کا جواب

اور ایک شق یہاں اور محتمل تھی کہ آپ کو عالم الغیب تو کہیں مگر نہ تو بنا بر جمیع علوم غیر متناہیہ کے اور نہ بنا بر مطلق بعض علوم کے تاکہ اشتراک لازم آوے بلکہ بنا بر علومِ وافرۂ عظیمہ کے جو دوسروں کو حاصل نہیں۔ سو یہ شق یہاں

صراحۃً مذکور نہیں مگر اس کی طرف بھی معہ جواب کے اس قول میں اشارہ کر دیا ہے کہ۔

"اگر التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے"

یعنی اگر آپ کو عالم الغیب کہنے اور دوسروں کو عالم الغیب نہ کہنے کا التزام کیا جاوے مثلاً اسی کو اصطلاح قرار دیا جاوے کہ علوم کثیرہ شریفہ کے عالم کو عالم الغیب کہا جاوے اور علوم قلیلہ خسیسہ کے عالم کو عالم الغیب نہ کہا جاوے تو شرعاً اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضروری ہے۔ یعنی یہ ثابت کرنا چاہئے کہ عالم علوم شریفہ کثیرہ پر شریعت نے عالم الغیب کا اطلاق کرنے کی اجازت دی ہے۔

پس جو شق مصرحاً موجود ہے جس میں وہ عبارت متنازع فیہا ہے اس میں بعض علوم سے مراد مطلق بعض ہے قطع نظر شریفہ وقلیلہ وکثیرہ سے۔ پس وہاں وہی شخص مخاطب ہے جو مطلق بعض علوم کے حصول کو سبب بناتا ہے عالم الغیب کے صحت اطلاق کا، اور ظاہر ہے کہ اس شخص پر وہ محذور قطعاً لازم ہے جو وہاں لازم کیا گیا ہے۔

اور جو شق اشارۃً مذکور ہے وہاں وہ شخص مخاطب ہوگا جو بعض خاص علوم کو سبب بنا دے عالم الغیب کی صحت اطلاق کا اور اس شق مذکور اشارۃً پر خود وہ محذور ہی نہیں لازم کیا جو کہ شق مصرح پر ہے تاکہ اس بحث کی گنجائش ہو کہ علوم شریفہ کثیرہ کی بنا پر اطلاق کرنا عالم الغیب کا مستلزم نہیں علوم خسیسہ کے کے بنا پر عالم الغیب کے اطلاق کرنے کو بلکہ اس شق مذکور اشارۃً پر محذور ہی دوسرا ہے جو ابھی بیان ہوا کہ شرعاً اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضروری ہے خوب سمجھ لیا جاوے۔

اور جاننا چاہئے کہ مجیب ہونے کی حیثیت سے ہمارے ذمہ اتنا بھی نہ تھا جتنا بیان کیا گیا، صرف بعض مناشی اشتباہات کے رفع کرنے کی غرض سے یہ زیادت گوارا کی گئی۔ باقی اس سے زیادہ تو کسی درجہ میں بھی ہمارے ذمہ نہیں ہے مگر ہم تبرعاً تین امر اس کے متعلق اور بیان کئے دیتے ہیں۔

امر اوّل اصل مسئلہ کی دلیل سمعی قطع نظر اس سے کہ آپ کو عالم الغیب کہنا جائز ہے کہ نہیں جس کی بحث اوپر مذکور ہوئی۔ کیوں کہ سوال میں مقصود اصل مسئلہ کی تحقیق نہیں ہے بلکہ عالم الغیب کے اطلاق کو پوچھا ہے اسی کا جواب دیا گیا ہے۔ اب اصل مسئلہ لکھتا ہوں۔

۱ : قرآن مجید میں ہے کہ آپ فرما دیجئے

وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ ۔ (الاعراف ۷ : ۱۸۸)

اور اگر میں جان لیا کرتا غیب کی بات تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا ۔ اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچتی ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع غیوب الی یوم القیامۃ کا علم مستلزم ہے دوام عافیت و عدم مس ضرر کو اور ظاہر ہے کہ عین وقتِ وفات تک مس ضرر ضرور رہا ۔ چنانچہ خود مرض بھی اس کا ایک فرد ہے پس عدم آخر عمر تک مرتفع رہا تو علم جمیع غیوب مذکورہ کا آخر عمر تک بھی منتفی ہوا ۔

اعتراض اگر کہا جائے کہ یہ منتفی علم بالذات ہے ؟ (تو اس کا)

جواب جواب یہ ہے کہ جو تالی اس مقدمہ پر مرتب کی گئی ہے ، وہ دلیل ہے مقدم کے عام ہونے کی کیوں کہ استکثارِ خیر و عدم مس سوء مطلق علم کے لوازم سے ہے نہ کہ علم بالذات کے لوازم سے ، یہ حکم بالکل بداہت عقل کے خلاف ہے کہ اگر آئندہ کا واقعہ خود منکشف ہو تب تو مس سوء نہ ہو اور جو خدا تعالیٰ کے بتلانے سے منکشف ہو تو مس سوء ہو ۔

۲ : اور حدیث شریف میں ہے کہ بعض امتیوں کی نسبت قیامت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جائے گا ۔

انک لا تدری ما احدثوا بعدک (مشکوٰۃ ص۴۸۸ باب الحوض والشفاعۃ فصل اول)

بیشک آپ نہیں جانتے جو آپکے بعد ان لوگوں نے (دین میں) نئی باتیں پیدا کر دیں ۔

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے بعض ازمنہ تک بھی کہ آخر عمر سے بہت متاخر ہے ، آپ پر بعض کونیات ظاہر نہیں ہوئے نہ بالذات نہ بالعطاء کیوں کہ (اگر عطائی طور پر آپ کو علم حاصل ہوتا تو پھر) بالعطاء (حاصل ہونے) کے بعد آپ ان کو نہ بلاتے ۔ (چنانچہ) صریح (طور پر) اس اطلاع کے (حاصل ہو جانے کے) بعد (آپ نے) سُحقاً سُحقاً (دور ہو ، دور ہو) فرما دیا ۔ گو ایسے دلائل بہت ہیں مگر ہم دو شاہد پر اکتفا کرتے ہیں ۔

پس آیت و حدیث دونوں سے معلوم ہوا کہ آخر عمر تک بھی بعض کونیات آپ ﷺ پر مخفی رہیں جن کا تعلق منصب نبوت سے نہ تھا، پس ہمارا دعویٰ ثابت ہو گیا۔ اور مخالف کا دعویٰ کہ آپ کو آخر عمر میں واقعات الیٰ یوم الآخرت میں سے کسی قسم کا علم مخفی نہ رہا تھا۔ منتفی ہو گیا۔

رہا یہ کہ اس کا اعتقاد بطلان کے کس درجہ میں ہے۔ سو مقام اس کی تفصیل کا متحمل نہیں، مجمل یہ ہے کہ اس اعتقاد کی صورتیں مختلف ہیں۔ بعض درجۂ بدعت و معصیت میں ہیں، جن میں انکار قطعی کا نہیں ہے اور بعض درجہ کفر میں ہیں جن میں انکار قطعی کا ہے۔

امرِ ثانی بعض اکابر ملت مسلمہ علمائے امت کے کلام سے اپنی عبارت کے مشابہ عبارتیں نقل کرتا ہوں کہ نظیر میں خاصہ ہے دفع استبعاد کا۔

شرح مواقف کے موقف سادس کے مرصد اول کے مقصد اول میں فلاسفہ کے جواب میں ہے۔

ل پوشیدہ نہ رہے کہ اس مقام پر یہ شبہ عائد ہوتا ہے کہ بعض آیات و احادیث و اقوال بزرگان دین سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان و ما یکون کا علم تھا چنانچہ راقم نے مولانا کو یہ شبہ ایک عریضہ میں تحریر کر کے جواب چاہا جس کا مولانا نے حسب ذیل **جواب** دیا۔

عنایت فرمائے بندہ مولوی مقصود حسن صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس کا جواب خود حفظ الایمان میں کافی طور پر موجود ہے، جو آپ جیسے فہیم کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہے اس عبارت کو پشت پر نقل کئے دیتا ہوں۔

نقل عبارت حفظ الایمان (از) " اگر کسی کو ایسے الفاظ سے شبہ واقع ہو ....
(تا) پس ایسا عموم مثبت مدعائے زید ہرگز نہیں "

اس پر اتنا اضافہ اور معلوم ہوتا ہے کہ جواب مذکور کی ضرورت ان عبارات میں ہے جو قواعد شرعیہ سے حجت ہیں اور جو عبارات کہ حجت نہیں وہ نصوص نافیۂ علم محیط کے ساتھ خود معارض نہیں کہ شرائط تعارض سے تساوی فی الثبوت ہے۔

پس جواب میں اتنا کافی ہے کہ راجح کے سامنے مرجوح ساقط و متروک ہے اور ادب یہ ہے کہ مرجوح میں تاویل

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

قلنا ما ذكرتم مردود بوجوه
اذ الاطلاع على جميع المغيبات لايجب
للنبي اتفاقا منا ومنكم ولهذا قال
سيد الانبياء ولو كنت اعلم الغيب
لاستكثرت من الخير وما مسني
السوء والبعض اي الاطلاع على
البعض لا يختص به اي بالنبي ۔

اور جو کچھ تم نے کہا چند وجہ سے مردود ہے اس لئے
کہ تمہاری مراد اس " اطلاع علی المغیبات " سے کیا
ہے، کل مغیبات پر اطلاع ہونی چاہئے یا البعض پر،
کل مغیبات پر مطلع ہونا تو کسی کے نزدیک بھی ضروری
نہیں، نہ ہمارے نزدیک نہ تمہارے نزدیک اور اسی
وجہ سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ اگر میں غیب کو جانتا ہوتا تو میں نے خیر سے بہت سا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مناسب کی جائے، سو اس کی ذمہ داری میں سب برابر ہیں صرف ہمارے ہی ذمہ نہیں۔
محمد اشرف علی از تھانہ بھون۔ منہ

لہ اور اس عبارت سے بھی اصرح اور اشبہ مطالع الانظار شرح طوالع الانوار للبیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ذیل جو ص ۱۸ ۲ طبع استنبول ۔ ج ۵ ص ۱۵ طبع مصر میں ہے۔

فذهب الحكماء الى ان النبي من
كان مختصا بثلث. الاولى ان يكون
مطلعا على الغيب بصفاء جوهر نفسه و
شدة اتصاله بالمبادي العالية من غير
سابقة كسب وتعليم وتعلم۔

پس حکما رگئے ہیں اس بات کی طرف کہ نبی وہ ہوتا ہے جو
تین خصوصیات کا حامل ہو۔ پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ
اپنے جوہر نفس کی صفائی اور مبادی عالیہ کے ساتھ شدت
اتصال کے باعث غیب پر مطلع ہو، سابقہ کسب اور تعلیم
و تعلم کے بغیر۔

الی قوله

وقد اورد على هذا
بانهم ان ارادوا بالاطلاع الاطلاع على
جميع الغائبات نمو ليس بشرط في كون

اور اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ غیب پر مطلع ہونے
سے اگر ان کی مراد تمام مغیبات پر اطلاع ہے تو یہ کسی
شخص کے نبی ہونے کے لئے بالاتفاق ضروری نہیں۔

جمع کر لیا ہوتا اور مجھ کو برائی نہ چھوتی اور بعض مغیبات
پر مطلع ہو جانا نبی کے ساتھ خاص نہیں (یعنی یہ غیر نبی
میں بھی پایا جاتا ہے)۔

انصاف درکار ہے کیا " لایختص " کا وہی مفہوم نہیں جو عبارت حفظ الایمان کا ہے۔

امر ثالث میں نے سنا ہے کہ میری دلیل کے مقدمات پر نقض کیا گیا ہے کہ اس بنا پر چاہیے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عالم بھی نہ کہیں کیونکہ یہ مقدمات اس میں بھی جاری ہیں۔ مگر مجھ کو حیرت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)۔

الشخص نبیاً بالاتفاق۔

وان ارادوا به الاطلاع على بعضها فلا يكون ذالك خاصة للنبي اذ ما من احد الا ويجوز ان يطلع على بعض الغائبات من دون سابقية تعليم وتعلم۔

وايضا النفوس البشرية كلها متحدة بالنوع فلا يختلف حقيقتها بالصفاء والكدر۔

فما جاز لبعض جاز ان يكون لبعض اخر فلا يكون الاطلاع خاصة للنبي ـ ۱۲

اور اگر ان کی مراد بعض مغیبات پر اطلاع ہے تو یہ نبی کی خصوصیت نہیں ہے، کیونکہ بعض مغیبات پر مطلع ہونا بغیر سابقہ تعلیم و تعلم کے ہر شخص کے لئے ممکن ہے۔

اور نیز تمام نفوس بشریہ نوعاً متحد ہیں لہذا ان کی حقیقت صفائی اور کدورت میں مختلف نہیں ہو گی۔ لہذا جو کسی ایک فرد کے لئے ممکن ہے وہ دوسرے افراد کے لئے بھی ممکن ہو گا۔ اس لئے بعض مغیبات پر اطلاع نبی کی خصوصیت نہیں ہو گی"۔

ہے کہ اتنا صریح فرق معترض کے خیال میں نہ آیا۔ یہ نقض اسوقت واقع ہوتا ہے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم مطلق بعض علوم کی بناء پر کہا جاتا ہو۔ آپ کو تو عالم خاص علوم عظیمہ مختصہ کی بناء پر کہا جاتا ہے اور اس میں یہ مقدمات جاری نہیں ہوتے۔ اور اگر یہی جواب عالم الغیب کے اطلاق کا دیا جائے تو اس جواب کا بطلان اور پہ شق مذکور اشارۃً میں گزر چکا ہے کہ یہ اطلاق عالم کا شرع میں وارد ہے اور عالم الغیب کا اس بناء پر اطلاق وارد نہیں فافترقا۔

دوسرے اگر اس جواب سے بھی قطع نظر کی جائے تب بھی غایت مافی الباب ایک علمی سوال رہے گا جس کا اہل علم سے کچھ تعجب نہیں اہل علم کی یہ سنت مستمرہ ہے کہ علمی گفتگو کی جائے، افسوس تو جاہلانہ دسوقیانہ سب وشتم اور رمی بالکفر اور کھینچ تان کر بہتان باندھنے کا ہے اور مقصود اس مقام پر اسی کا دفع کرنا ہے جو بحمد اللہ بوجہ احسن حاصل ہو گیا۔ اور اس پر بھی زبان اور قلم کو روکنا پسند نہ ہو گا تو میں اس کا انتقام خدا کے سپرد کر کے وہی کہوں گا جو حق تعالٰے نے ایسی جاہلانہ ومعاندانہ جدال پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنے کا حکم فرمایا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

وَاِنْ جَادَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۞ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔	اور اگر تجھ سے جھگڑنے لگیں تو تو کہہ اللہ بہتر جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اللہ فیصلہ کرے گا تم میں قیامت کے دن جس چیز میں تمہاری راہ جدا جدا تھی۔

(الحج ۲۲ : ۶۸ و ۶۹)

اور یہ کہوں گا۔ ؎

با خدا داریم کار و با خلائق کار نیست

اس لئے اب تک میں نے ایسی لغویات کے جواب کی طرف التفات نہیں کیا کیونکہ تجربہ سے اس پر کوئی

معتد بہ نفع مرتب نہ ہونے کی وجہ سے اس کو اضاعت وقت سمجھتا ہوں۔ اب جو آپ نے طریقہ کے موافق پوچھا میں نے اپنے معلومات ظاہر کر دیئے۔ اس سے یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ اب تک کیوں نہیں لکھا شاید اب رجوع کرلیا ہو، سو وجہ نہ لکھنے کی یہی تھی کہ کسی نے بھلے مانسوں کی طرح پوچھا ہی نہ تھا۔ باقی رجوع تو وہ ہے کہ پہلے قول اور عقیدہ کچھ ہو اور اب اس کو ترک کرکے دوسرا عقیدہ اور قول اختیار کیا ہو۔

بفضلہ تعالےٰ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونے کے باب میں یہ ہے ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اب میں اس تحریر کو ختم کرتا ہوں اور لقب

" بسط البنان لکف اللسان عن کاتب حفظ الایمان "

سے ملقب کرتا ہوں۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ ؏

اشرف علی

ماہ شعبان ۱۳۲۹ ھ

○

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

تَغْيِيرُ الْعُنْوَان

في

بَعضِ عِبَاراتِ حِفظِ الإيمان

مُصنّفہ

حکیم الاُمّت مُجدّدِ المِلّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

المتوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء

ناشر

انجمن ارشاد المسلمین

۶-بی، شاداب کالونی: حمید نظامی روڈ، لاہور

تغییر العُنوان

فی بعض عبارات حفظ الایمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واقعہ تمہیدیہ

۱۷ صفر ۱۳۴۲ ھ کو ایک خط حیدر آباد دکن سے جس کے کاتب کا عنوان "از عامہ مخلصین حیدر آباد دکن" تھا۔ اور ذریعہ جواب منگانے کا ایک معین مولوی صاحب تھے، آیا۔

اس میں حفظ الایمان کی ایک مشہور عبارت کے متعلق (جس پر مہربانوں کا اعتراض مشہور ہے) رائے دی تھی کہ اس کی ترمیم کر دی جائے اور مقتضیات ترمیم کا اجتماع اور موانع ترمیم کا ارتفاع ان جملوں میں ظاہر کیا تھا۔

۱ : ایسی عبارت جس میں علوم غیبیہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم مجانین وبہائم سے تشبیہ دی گئی ہے جو بادی النظر میں سخت سوء ادبی کو مشعر ہے، کیوں ایسی عبارت سے رجوع نہ کرلیا جائے۔

۲ : جس میں مخلصین حامیین جناب والا کو حق بجانب جواب دہی میں سخت دشواری ہوتی ہے۔

۳ : وہ عبارت آسمانی اور الہامی عبارت نہیں کہ جس کی مصدرہ صورت اور ہیئت عبارت کا بحالہ یا بالفاظہ باقی رکھنا ضروری ہو۔

۴ : یہ سب جانتے ہیں کہ جناب والا کسی دباؤ سے متاثر ہونے والے نہیں اور نہ کسی سے کوئی طمع جاہ و مال جناب کو مطلوب ہے۔ بجز اس کے کہ عام طور پر جناب کی کمال بے نفسی کا اعتراف ہو۔ اور حکیم الامت کی شان سے جو توقع تھی وہ پوری ہو سکے گی۔

اوراس مشورہ کے ساتھ ہی یہ سوال بھی تھے کہ ۔

۱ : حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ جزئیہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم زید وعمرو وغیرہ کے مماثل ہیں یا نہیں ؟

۲ : اور جو شخص اس مماثلت کا قائل ہو اس کا کیا حکم ہے ؟

۳ : اور علوم غیبیہ جزئیہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کمالات نبوت میں داخل ہیں یا نہیں ؟ انتہی المکتوب ملخصاً۔

چونکہ یہ مشورہ اور سوال سب کا مبنیٰ تھا دلالت علی المماثلت ۔ اور وہ خود منتفی ہے ۔ اس لئے اس خط کے جواب میں مشورۂ نیک پر شکرگزاری کے ساتھ اس دلالت کی تقریر دریافت کی گئی کہ اس کے بعد جواب کا استحقاق ہو سکتا ہے ۔

بعض دینی خیر خواہوں کی درخواست

اس خط کو دیکھ کر چونکہ مشورہ نیک تھا گو بنا ضعیف تھی یہاں بعض دینی خیر خواہوں اور اسلامی مصلحت اندیشوں نے سوال کو بدل کر پیش کیا ۔ چونکہ اس میں جو بنا بیان کی گئی واقعی تھی اس لئے جواب میں اس مشورہ کو قبول کر لیا گیا بوجہ نافع عام ہونے کے ، وہ سوال وجواب ذیل میں منقول ہے ۔

سوال

حفظ الایمان کے " سوال سوم " کے جواب میں ایک شق میں یہ عبارت ہے کہ " آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب ؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے "

اس عبارت پر بعض حضرات شبہہ کرتے ہیں کہ اس میں نعوذ باللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو مماثل اور مشابہ ٹھہرا دیا علوم مجانین وبہائم کے ؛ اور یہ استخفاف ہے اور استخفاف کفر ہے ۔ اور اس

شبہ کا جو جواب رسالہ بسط البنان میں لکھا گیا ہے، وہ بالکل کافی وافی جامع مانع اور اساس شبہ کا بالکلیہ قاطع ہے۔ جس کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معترضین کے شبہہ کا منشاء دو امر کا مجموعہ ہے۔

ایک یہ کہ عبارت " ایسا علم " میں "ایسا" کو تشبیہ کے لئے سمجھ گئے اور علم سے مراد علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے حالانکہ یہ منشاء ہی غلط ہے۔ لفظ ایسا بقرینۂ مقام مطلق بیان کے لئے آتا ہے جیسا بلغاء اہل لسان اپنے محاورات فصیحہ میں بولتے ہیں۔ کہ اللہ تعالے ایسا قادر ہے۔ ظاہر ہے یہاں کوئی تشبیہ دینا مقصود نہیں۔

اسی طرح علم سے مراد علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ مطلق بعض علوم غیبیہ مراد ہیں جو اس شق کے شروع ہی میں لفظ اگر کے بعد مذکور ہے۔ یعنی یہ شق جو ایک قضیہ شرطیہ ہے اسی کے مقدم کا وہ موضوع ہے۔ یہ خلاصہ ہے بسط البنان کے اصل جواب کا۔

بقیہ میں دوسرے احتمالات کا بھی قلع قمع کر دیا ہے جس کے بعد کسی شبہ کی خصوص شبہ مماثلت کی اصلاً گنجائش نہیں رہی اور مطلوب واضح ہو گیا کہ اگر مطلق بعض علوم کا حصول علت ہو اطلاق عالم الغیب کے صحیح ہونے کی توجب علت مشترک ہے دوسرے مخلوقات میں بھی، تو لازم آتا ہے کہ دوسری مخلوقات کو بھی عالم الغیب کہیں، اور لازم باطل ہے پس ملزوم بھی باطل ہے اور اسی سے حیدرآباد کے تینوں سوال کا جواب بھی حاصل ہو گیا۔ اول اور ثانی کا تو ظاہر ہے اور ثالث کا اس طرح کہ یہاں اس میں کلام ہی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ جزئیہ کمالات نبوت میں داخل ہیں اس کا انکار کون کرتا ہے، نہ اس عبارت میں انکار ہے نعوذ باللہ۔ یہاں تو صرف اس میں کلام ہے کہ آیا علوم جزئیہ کا حصول اطلاق عالم الغیب کے لئے مصحح ہے یا نہیں؟ چنانچہ خود رسالہ حفظ الایمان ہی میں اس کی تصریح ہے کہ

" نبوت کے لئے جو علوم لازم وضروری ہیں وہ آپ کو تماماً حاصل ہو گئے تھے۔"

جس سے بسط البنان میں بھی تعرض کیا گیا ہے۔ غرض ان تصریحات وتنقیحات کے بعد کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔ نہ کسی خلاف مقصود یا نعوذ باللہ سوء ادب کا اصلاً ایہام رہا۔ پس اس بنا پر واقعی ترمیم عبارت کی مطلق ضرورت نہیں۔

ترمیم عبارت کی حقیقی وجہ لیکن اسلامی دنیا میں چونکہ ہر فہم کے لوگ ہیں یا کم از کم قصداً شبہ ڈالنے والے بھی موجود ہیں جو شبہ ڈالنے میں کچھ مصالح سمجھے ہوئے ہیں خواہ مصالح دینیہ ہوں جیسا ان کا دعویٰ ہے، یا دنیویہ ہوں جیسا واقع ہے۔ اس لئے کم فہموں کی رعایت سے تاکہ نہ ان کو خود شبہ ہو نہ دوسرا کوئی شبہ ڈال سکے، اگر اس عبارت میں ایسے طور سے ترمیم کردی جائے جس میں مضمون محفوظ رہے اور عنوان بدل جاوے تو امید ہے کہ موجب اجر ہوگا گو یہ ترمیم درجۂ ضرورت میں نہ ہوگی صرف درجۂ استحسان ہی میں ہوگی۔ آئندہ جو رائے ہو۔ فقط۔

از خانقاہِ امدادیہ ۱۸ صفر المظفر ۱۳۴۲ھ وقت الاشراق۔

جواب

جزاکم اللہ تعالیٰ بہت اچھی رائے ہے۔ چونکہ اس کے قبل کسی نے واقعی بنا، نہیں ظاہر کی اس لئے ترمیم کو دلالت علیٰ خلاف المقصود کے اقرار کے لئے مستلزم سمجھا اور اقرار بالکفر کفر ہے۔ اس لئے ترمیم کو ضروری تو کیسا جائز بھی نہیں سمجھا۔ اب سوال ہذا میں جو بنا، بیان کی گئی ہے ایک امر واقعی ہے۔

لہٰذا قبولاً للمشورۃ اس کو لفظ "اگر" کے بعد سے " عالم الغیب کہا جاوے " تک اس طرح بدلتا ہوں۔
اب حفظ الایمان کی اس عبارت کو جو کہ اسی سوال کے بالکل شروع میں مذکور ہے اس طرح پڑھا جاوے۔

" اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے
مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہیئے کہ
سب کو عالم الغیب کہا جاوے " الخ

اور ایسی عبارت بعینہا شرح مواقف کے موقف سادس کے مرصد اول کے مقصد اول میں فلاسفہ کے جواب میں ہے۔

والبعض ای الاطلاع علی البعض   بعض مغیبات پر اطلاع نبی کے ساتھ مختص نہیں ہے۔

لا یختص به ای بالنبی۔

اور اسی کی مثل مطالع الانظار شرح طوالع الانوار للبیضاوی رحمہ اللہ میں ہے۔

وان ارادوا به الاطلاع علی بعضها فلا یکون ذالك خاصة للنبی اذما من احد الا ویجوز ان یطلع علی بعض الغائبات الخ

اور اگر اس سے ان کی مراد بعض مغیبات پر اطلاع ہے تو یہ نبی کا خاصہ نہیں ہے کیونکہ بعض مغیبات پر مطلع ہونا ہر شخص کے لئے ممکن ہے۔"

یہ دونوں عبارتیں بسط البنان اور اس کے منہیہ میں مذکور ہیں۔ اب اگر اس پر بھی کلام ہو تو میں پھر بدلنے کو تیار ہوں۔ مگر شرح مواقف و مطالع الانظار کی عبارت بدلنے کے بعد۔ واللہ الموفق۔

اشرف علی

۱۸ صفر المظفر ۱۳۴۲ھ وقت الضحیٰ، فقط

تمت بالخیر

مقدمۂ کتاب کے مآخذ

۱ : ادخال السنان الی حنک الحلقی لبسط البنان : مولوی ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد (عرف مولوی محمد مصطفیٰ رضاخان) قادری برکاتی نوری ؛ مطبع اہلسنت وجماعت بریلی : ۱۳۳۱ھ

۲ : الاستعانۃ من اولیاء اللہ عین الاستعانۃ من اللہ : ابو محمد دیدار علی الوریؔ خطیب مسجد وزیرخان لاہور۔

۳ : اسکات المعتدی : رئیس المناظرین مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ ، ناشر انجمن ارشاد المسلمین لاہور، درمجموعہ رسائل چاندپوری جلد اوّل ، ۱۳۹۰ھ۔

۴ : الامن والعلیٰ لناعتی المصطفےٰ بدافع البلا : مولوی احمد رضاخان بریلوی : نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب لاہور

۵ : انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ : " " " " " "

۶ : بریلوی فتنہ کا نیا روپ : مولانا محمد عارف سنبھلی ندوی : ناشر کتب خانہ "الفرقان" لکھنؤ۔ مطبوعہ اسرار کریمی پریس الہ آباد۔

۷ : ترغیم حزب الشیطان تبصویب حفظ الایمان : علامہ ابوالرضا محمد عطاء اللہ قاسمی بہاری : ناشر: انجمن ارشاد المسلمین لاہور مع الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب : ۱۳۹۹ھ

۸ : توضیح البیان فی حفظ الایمان : رئیس المناظرین مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ : ناشر انجمن ارشاد المسلمین لاہور : درمجموعہ رسائل چاندپوری ، ۱۳۹۸ھ۔

۹ : حفظ الایمان مع لبسط البنان وتغییر العنوان ، حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ : اشرف المطابع تھانہ بھون انڈیا

۱۰ : " " " " " مکتبہ نعمانیہ دیوبند : یوپی ، انڈیا

۱۱ : " " " " " : مکتبہ تھانوی دفتر الابقاء ، متصل مسافرخانہ ، بندر روڈ کراچی ۱۔

۱۲ : الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ : مولوی احمد رضاخان بریلوی : نوری کتب خانہ : بازار داتا صاحب لاہور

۱۳ : الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب : شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ : ناشر انجمن

ارشاد المسلمین لاہور۔

۱۴ : صاعقہ آسمانی حصہ اوّل : (روداد مباحثہ درو ضلع نینی تال، مابین مولانا محمد منظور صاحب نعمانی و مولوی رحم الٰہی صاحب صدر مدرس "منظر اسلام" بریلی) مرتبہ مولانا نجم الحسن صاحب طبع دوم جید برقی پریس دہلی ۱۳۵۱ھ

۱۵ : عباراتِ اکابر حصہ اوّل : حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر : ناشر ادارہ نشر و اشاعت نصرۃ العلوم گوجرانوالہ۔

۱۶ : فتاویٰ رضویہ جلد دوم : مولوی احمد رضا خان بریلوی : ناشر سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ : ڈجکوٹ روڈ لائل پور۔

۱۷ : فتاویٰ رضویہ جلد چہارم : " " " " "

۱۸ : فتح بریلی کا دل کش نظارہ : (روداد مناظرہ بریلی مابین مولانا محمد منظور صاحب نعمانی و مولوی سردار احمد صاحب گورداسپوری) مرتبہ مولوی رفاقت حسین : مطبوعہ لائل پور۔

۱۹ : فیصلہ کن مناظرہ : مولانا محمد منظور صاحب نعمانی : ناشر مکتبہ مدنیہ باغبانپورہ جدید گوجرانوالہ : مطبوعہ معارف پریس لاہور۔

۲۰ : قاصمۃ الظہر فی بلند شہر : جناب عبد الغنی صاحب خورجوی : ناشر انجمن ارشاد المسلمین لاہور : مطبوعہ کاسموپرنٹنگ پریس لاہور۔

۲۱ : قہر واجد دیان بر مشیر لسبط البنان : عبید الرضا حشمت علی خان : مطبع اہلسنت پریس پیلی بھیت ۱۳۴۶ھ

۲۲ : مبلغ وہابیہ کا گریز : (روداد مناظرہ موراداں ضلع اوناؤ : مابین مولانا نور محمد صاحب ٹانڈوی و عبید الرضا محمد حشمت علی خان) مرتبہ شیخ محمد سالم : مطبع سلطانی بمبئی ۳ ۱۳۵۹ھ

۲۳ : مجموعہ رسائل چاندپوری جلد اوّل : رئیس المناظرین حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری رح : ناشر انجمن ارشاد المسلمین لاہور ۱۳۹۸ھ

۲۴ : ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم : مرتبہ محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب : ناشر مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی۔

۲۵ : نصرت آسمانی بر فرقہ رضا خانی : (روداد مناظرہ "مونگیر" مابین مولانا عبد الشکور لکھنوی و مولوی فاخر صاحب

الٰہ آبادی وغیرہ) ، مرتبہ محمد زبیر و عبدالوحید مبارکپوری ، عمدۃ المطابع لکھنؤ ۔

۲۶ : وصایا شریف : مرتب مولوی حسنین رضا خان ، مطبع حسنی بریلی ۔

۲۷ : وقعات السنان الی حلق المسماۃ لبسط البنان ، مولوی محمد مصطفیٰ رضا خان ، مطبع اہلسنت و جماعت بریلی ۱۳۳۰ھ

۲۸ : ماہنامہ " الفرقان " بریلی ، رجب ۱۳۵۴ھ

۲۹ : روزنامہ " رہبر " بہاولپور ، ۱۶ / اگست ۱۹۶۳ء

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن

لما کان من طرق الدعاء الی سبیل الرب الثلاثۃ المذکورۃ فی الآیۃ ہذہ الرسائل الثلث اعنی بہا

حفظ الایمان

عن الزیغ والطغیان

و

بسط البنان

لکف اللسان عن کاتب حفظ الایمان

و

تغییر العنوان

فی بعض عبارات حفظ الایمان

التی الفہا تنا سقا حکیم الامۃ مولانا محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم العالی للاول والثانیۃ للثالث والثالثۃ للثانی وکان نشرہا دعاء الیہا۔

اہتم بہ شبیر علی وطبعہا فی اشرف المطابع فی تھانہ بھون

حفظ الایمان طبع تھانہ بھون کے ٹائیٹل کا عکس

۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

حامداً و مصلیاً

منجملہ فتن زمانہ کے ایک فتنہ یہ بھی ہے کہ بعض اہل باطل حضرات اہل حق کے کلام میں محض اسلئے شبہات پیدا کرتے ہیں کہ عامہ کو اون بزرگوں سے نفرت پیدا ہوجاوے چنانچہ اسی کلی کی ایک جزئی یہ واقعہ بھی ہے کہ رسالہ حفظ الایمان کی (جو اپنے مضمون میں واقعی اسم باسمٰی ہے) ایک صاف عبارت پر جسمیں ذرہ برابر بھی کوئی غبار نہیں خواہ مخواہ سوچ سوچ کر ایک ایسا ہی غبار شبہہ پیدا کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو دہوکہ میں ڈالدیا مدت سے وہ اعتراض اس جماعت میں جاری ساری تہا ہر چند وہ ہیکل اس اعتراض کیطرف توجہ نہیں کی گئی پھر بعض خیر خواہان اسلام کے سوال کرنے پر خود مولف رسالہ نے اوس اعتراض کا نہایت کافی شافی جواب دیکر ظاہری تلبیس کو بھی اوٹھا دیا اس تحریر کا نام بسط البنان ہے مگر اہل عناد کو پھر بھی چین نہ آیا وہی مرغے کی ایک ٹانگ گاتے رہے چنانچہ بعض بلاد میں وہ فتنہ پھر تازہ ہوا آخر بعض مخلصین کی درخواست پر مولف نے اس بلند نظری و عالی حوصلگی سے کام لیا کہ اوس عبارت میں جو بعض الفاظ کہ دہوکہ دینے کی بناء تھے باوجود اسکے کہ دلائل سے اونکا دہوکہ کی بناء ہو سکنا باطل ہو چکا تہا مگر پھر بھی ترحماً علی الجاہلین اون الفاظ ہی کو بدل دیا اس کا نام تغییر العنوان ہے تو اس واقعہ سے تین رسالونکا تعلق ظاہر ہوا حفظ الایمان۔ بسط البنان۔ تغییر العنوان۔ تکمیل فائدہ ناظرین کے لئے ہم تینوں رسالوں کو ایکجگہ جمع کر کے شائع کرتے ہیں والسلام۔

احقر شبیر علی عفی عنہ

حفظ الایمان طبع تھانہ بھون کے صفحہ ۲ کا عکس۔

۹

صد ائیں بھی خلاف شرع نہ ہونگی تو شرع کیا ہوا بچوں کا کھیل ہوا کہ جب چاہا بنا لیا جب چاہا مٹا دیا پھر یہ کہ
آپکی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد
بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے
مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں ......
...... تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے پھر اگر زید اس کا التزام کرلے کہ ہاں میں سب کو
عالم الغیب کہونگا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت
نہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا
ضرور ہے اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اسکا بطلان دلیل نقلی
وعقلی سے ثابت ہے دلائل نقلیہ بیشمار ہیں خود قرآن مجید میں آپ سے نفی کرنا علم غیب کی آیہ وَلَوْ كُنْتُ
اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ میں اور نفی کرنا آپ سے علم تعیین قیامت کی اور بہت سے علوم کی نفی صا
صاف مذکور ہے احادیث میں ہزاروں واقعات آپ کے کتب وسائل روانہ فرمانیکے مخبروں اور جاسوسوں سے
اخبار غائبہ دریافت فرمانیکے مذکور ہیں اگر یہ کہا جاوے کہ علوم غیب تو آپ کو سب حاصل تھے مگر استحضار ان کا
آپ کی توجہ پر موقوف ہے چونکہ بعض امور میں توجہ تام نہ فرماتے تھے اس لئے بعض واقعات حاضر نہ ہوتے تھے
اس کا جواب یہ ہے کہ بہت امور میں آپکا خاص اہتمام سے توجہ فرمانا بلکہ فکر و پریشانی میں واقع ہونا اور باوجود اس کے
پھر مخفی رہنا ثابت ہے قصہ افک میں آپ کی تفتیش واستکشاف بلیغ وجوہ صحاح میں مذکور ہے مگر صرف توجہ
سے انکشاف نہیں ہوا بعد ایک ماہ کے وحی کے ذریعہ سے اطمینان ہوا دلیل عقلی یہ کہ علوم غیر متناہی ہیں اور
امور غیر متناہیہ کا اجتماع محال ہونا ثابت و مقرر ہو چکا ہے اگر کسی کو ایسے الفاظ سے شبہ واقع ہوا ہو جیسا مشکوٰۃ
میں دارمی کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مذکور ہے فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ یا مثل اس کے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہاں عموم و استغراق حقیقی مراد نہیں کیونکہ اس کا استحالہ اوپر
دلیل عقلی ونقلی سے ثابت ہو چکا ہے بلکہ عموم و استغراق اضافی مراد ہے یعنی باعتبار بعض علوم کے کہ وہ علوم
ضروریہ متعلقہ بہ نبوت ہیں عموم فرمایا گیا پس اس کا مقتضا صرف اسقدر ہے کہ نبوت کیلئے جو علوم لازم و ضروری ہیں
وہ آپکو تمام حاصل ہوگئے تھے الفاظ عموم کا عموم اضافی میں مستعمل ہونا محاورات جمیع السنہ میں بلا نکیر جاری ہے
اور خود قرآن مجید میں مذکور بلقیس کی نسبت فرمایا گیا ہے وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ یعنی اسکے پاس تمام چیزیں تھیں
ظاہر ہے کہ اسکے پاس اس زمانہ کی ریل اور تار برقی اور لیمپ گیاس اور فونو وغیرہ ہرگز نہ تھے ان میں بھی اشیاء ضروریہ لازمہ سلطنت کا
عموم مراد ہے بس ایسا عموم مثبت مدعا زید ہرگز نہیں جو بیان مذکور سے واضح ہو گیا کہ زید کا عقیدہ اور قول سر تا سر غلط اور خلاف
نصوص شرعیہ ہے ہرگز ان کا قبول کرنا کسی کو جائز نہیں بلکہ چاہیے کہ توبہ کرے اور اتباع سنت اختیار کرے ومن اللہ
التوفیق والہدایۃ ومنہ البدایۃ والیہ النہایۃ فقط کتبہ الاحقر محمد اشرف علی عفی عنہ تھانوی ۸ محرم [illegible]

حفظ الایمان طبع تھانہ بھون کے صفحہ ۹ کا عکس ۔

انجمن کی مطبوعہ اور زیر طبع کتب

۱ : مقامع الحدید : حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور علماء دیوبند بالخصوص حضرت شیخ الہندؒ کے اشعارِ مرثیہ پر بریلوی اعتراضات کا مسکت و دندان شکن جواب۔ قیمت ۳/۰

۲ : بریلوی فتوے : ان بریلوی فتاوی کا مجموعہ جن میں تقریباً ہر ایک مسلمان رہنما پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے اس کتاب میں وہ سپاسنامہ بھی شامل کر دیا گیا ہے جو بریلویوں نے ایک ظالم رسواء زمانہ انگریز گورنر کو پیش کیا تھا۔ معہ معافی نامہ "پیر ولایت شاہ"۔ قیمت ۵/۰

۳ : الدلائل القاہرہ : مسلم لیگ کے خلاف بریلویوں کا وہ فتوے جس میں شاہ احمد نورانی کے والد عبد العلیم صدیقی میرٹھی اور بریلویوں کے صدر الافاضل مولوی نعیم الدین مراد آبادی سمیت اسی رضاخانی علماء کے دستخط ہیں۔ قیمت ڈھائی روپے

۴ : مجموعہ رسائل چاندپوری جلد اول : رئیس المناظرین مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری رحہ کے رد رضاخانیت میں آٹھ رسالوں کا مجموعہ جن کی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ نیز ایک انتہائی وقیع مقدمہ بھی اس کے ساتھ شامل ہے۔ قیمت ۲۵/۰

۵ : فصل الخطاب فی تحقیق مسئلۃ الغراب : مجموعہ فتاوی علماء دیوبند۔ مسئلہ غراب پر آخری اور فیصلہ کن کتاب۔ قیمت ۶/۵۰

۶ : قاصمۃ الظہر فی بلند شہر : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحہ اور دیگر علماء دیوبند کیساتھ مناظرہ کرنے سے احمد رضاخان صاحب کے فرار کی تفصیلی روداد۔ قیمت ۳/۰

۷ : شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ : از حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہٗ۔

اس مختصر رسالہ میں حاجی صاحبؒ کے اجمالی حالات، امیر جماعتِ مجاہدین سید احمد شہیدؒ سے انکا تعلق بیعت وارادت نیز علماء دیوبند کے ساتھ انکے تعلق خاطر کو خوب واضح کیا گیا ہے۔

قیمت اعلیٰ کاغذ ۲/۵۰ میکینیکل کاغذ ۱/۵۰

۸ : حکایت مہر و وفا : از حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہٗ : علماء دیوبند اور دیگر مشائخ وقت کے باہمی تعلقات اور محبت و مودت پر ایک مستند دستاویز۔ قیمت

۹ : مجموعہ رسائل چاندپوری جلد دوم : از رئیس المناظرین مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری (زیر طبع)

۱۰ : الشہاب الثاقب : اس ایڈیشن کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ساتھ دو اور اہم کتابیں بھی شامل ہیں۔ نیز پروفیسر محمد مسعود صاحب کے شہاب ثاقب پر اعتراضات کے جوابات بھی بطور مقدمہ شامل اشاعت ہیں۔ قیمت ۴۰/۰

۱۱ : آئینہ بریلویت : خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں رضاخانیوں کے عقائد کا ایک چونکا دینے والا مختصر جائزہ۔ قیمت فی سینکڑہ ۲۵/۰

۱۲ : تحریک پاکستان اور بریلویوں کا کردار : جس میں ناقابل تردید حوالجات سے ثابت کیا گیا ہے کہ بریلویوں نے نہ صرف یہ کہ تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی بلکہ اسے ناکام بنانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ جدید ایڈیشن باضافات کثیرہ زیر طبع ہے۔

۱۳ : بریلویات جلد اول : "فرقہ رضاخانیہ" کی متعدد نایاب و حوالجاتی رسائل کا مجموعہ جن میں غیر محرف اور "اصلی وصایا شریف" کا عکسی ایڈیشن بھی شامل ہے۔ معہ ایک مبسوط و مفصل مقدمہ جس میں بریلوی حضرات کی تحریفات اور بعض دیگر اہم موضوعات پر تفصیلی کلام کیا گیا ہے۔

(زیر طبع)

۱۴ : حفظ الایمان معہ بسط البنان و تغییر العنوان : از حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ حضرت تھانوی رح کے مشہور رسالہ حفظ الایمان کا صحیح و مستند ترین ایڈیشن۔ جس میں عنوانات وغیرہ قائم کرکے مفید و آسان بنا دیا گیا ہے۔ معہ ایک تفصیلی مقدمہ جس میں احمد رضا خان صاحب اور ان کی ذریت کے مناظرہ سے فرار کی بقدر ضرورت تفصیل ذکر کی گئی ہے۔ نیز حضرت تھانوی رح کی سوانح حیات بھی شامل اشاعت ہے۔ قیمت